روحوں سے رابطہ کی حقیقت

مؤلف: آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج ناصر مکارم شیرازی (دامت برکاتہ)

مترجم: منہال حسین، سید ظہیر الحسنین شیرازی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

فصل دوم: روحوں سے رابطہ

فصل سوم: اشکالات کے جوابات

حرف مترجم

خدا کی حمد وثنا اور محمد وآل محمد پر دورود سلام ہو کہ جن کی توفیقات کے سایہ میں ہم جی رہے ہیں اور انہیں کے جیرہ خوار غلام ہیں اور انہیں کے سہارے کتاب ہذا کے ترجمہ کو اتمام تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں لہذا تہہ دل سے ان کے شکر گزار ہیں۔

اس دنیا میں پیسہ کمانے اور جیبوں کو بھرنے کے لئے دین کو وسیلہ بنانے اور حقیقتوں پر پردہ ڈالنے والوں کی کمی نہیں ہے اسی طرح ایسے لوگوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے جو اپنی جہالت، نادانی اور کم عقلی کی بنا پر بہت جلد ایسے لوگوں کے جھانسے میں آجاتے ہیں اور اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں، حقیقت میں ایسے ہی لوگ اپنی کم علمی اور دینی معارف سے دوری کی بنا پر فریب کار اور بہروپیوں کے پشت پناہ ہوتے ہیں اور انہیں قدرتمند بنا دیتے ہیں۔

اگر آج ہمارا اسلامی سماج اہلبیت علیہم السلام اور قرآن کے معارف سے سرشار ہو جائے اور لوگ قرآن کو اپنی جسم وجان میں پیوست کرلیں تو خود بخود ایسے تمام لوگوں کا خاتمہ ہو جائے گا جو لوگوں کی جہالت، کم علمی اور نادانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ہم جنوں اور روحوں کو حاضر کرنے کے مخالف نہیں ہیں اور نہ ہی تعویذ، گنڈے اور جھاڑ

پھونک کے مخالف ہیں بلکہ ان لوگوں کے مخالف ہیں جو اپنی کم علمی کی وجہ سے لوگوں کی مشکلات کو دو چنداں بنا دیتے ہیں، لوگوں کو اپنے اعتماد میں لینے کے لئے چار پانچ نفسیاتی جملوں کا سہارا لیتے ہیں جسے سننے والا اسے اپنا محرم اسرار سمجھ بیٹھتا ہے اور پھر زندگی میں نئی نئی مشکلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

لوگوں کو اصل حقیقت کی طرف رہنمائی کے بدلے اپنے طور طریقہ میں گرفتار رکھتے ہیں ،اس لئے حقیقت کو بیان کرنا ان کے نقصان میں ہوتا ہے، اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کی ساری مشکلات ،قرآن اور اہل بیتؑ سے دور ہے تو وہ کبھی بھی ایسے لوگوں کی تلاش میں نہیں جائیں گے بلکہ وہ اپنی ایمانی مشکل کو حل کرنے کے ذریعہ تمام مشکلات کو اپنے قابو میں لے سکتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ملیں گے جو اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہوں بلکہ ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے جو قرآن سے کہیں زیادہ ایسی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

جنوں اور روحوں کو حاضر کرنا ایک حقیقت ہے اور ہمارے عظیم فلاسفہ اور اساتید اس کو مانتے ہیں لیکن جب ایک حقیقت اپنی راہ سے منحرف ہو جائے اور چند سود جو افراد کا ہتھکنڈہ بن جائے تو پھر ایسی تمام حقیقتوں کو روشن کرنے اور بدعتوں کی مخالفت کرنا ہمارا فریضہ ہے تا کہ باطل، باطل کی صورت میں اور حق حق کی صورت میں رہے۔

یہ کتاب ایسی ہی بدعتوں کا منہ توڑ جواب ہے جسے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ نے تحریر فرمایا ہے تا کہ ان تمام لوگوں کے سامنے ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی جائے کہ جس کے بعد وہ لوگوں کی نادانی سے سوء استفادہ نہ کر سکیں لہذا امیدوار ہیں کہ یہ کتاب ہماری روشن بینی اور بیداری کا باعث ہو اور ہم بہروپیوں کی فریبکاریوں سے امان میں رہیں۔

منہال حسین خیر آبادی، سید ظہیر الحسنین شیرازی

مقدمہ:

روح جہاں ایک اختلافی مسئلہ ہے وہیں ہر انسان دوسری دنیا سے رابطہ کرنے کا خواشمند بھی ہے مخصوصاً یہ آرزو اس وقت شدید ہوجاتی ہے کہ جب ایک انسان گذشتہ ادوار، آباء واجدا اور دوستوں سے رابطہ کرنے کے ساتھ آئندہ ہونے والے حوادث سے باخبر ہوجائے۔

انسان کا روحوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا بھی اسی دلچسپی کا نتیجہ ہے، تاریخ کے مطالعہ کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جنھوں نے روح سے رابطہ کرنے کا دعویٰ کیا ہے مخصوصاً ہندوستان میں ایسے عقائد سے متعلق نظریات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

یہ مسئلہ ۱۹۰۰ھ ش کے درمیان شمالی امریکہ میں اٹھا اور اسے اتنی وسعت ملی کہ وہاں سے پورے انگلستان پر چھا گیا اور پھر پورے یورپ پر اپنا سیطرہ پھیلا دیا، اسی سلسلہ میں ایک یورپین کی تحقیق کو بیان کرنا مفید ہوگا:

ماہر نفسیات ''پلانوٹف'' نے ''اس عالم کے مہمان'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی کہ جس کا فارسی میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے، وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

’’ روحوں کو حاضر کئے جانے کی داستان ۱۸۴۸ء میں شمال امریکہ کے ’’روچٹر‘‘ شہر سے شروع ہوئی۔

اس سال ایک شخص ’’مسٹر فوکو‘‘ نے یہ دعویٰ کیا کہ مردوں کی روحیں اس سے اور اس کے رشتہ داروں سے بات چیت کرتی ہیں۔

فوکس، اس کی بیوی اور اس کی تین بیٹیاں ایک میز کے اطراف بیٹھ جاتی تھیں اور پھر اپنے ہاتھوں کو جیسے ہی اٹھاتیں، میز اپنی جگہ سے اٹھ جاتی اور پھر روحوں سے رابطہ ہو جاتا اور اسکے بعد روحیں ان کے سوالات کے جوابات دینا شروع کر دیتیں۔

اس افواہ کے پھیلتے ہی پورے امریکہ میں بہت سے لوگوں نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے عالم ارواح سے رابطہ کیا ہے، یہ لوگ ایک کاغذ لیتے اور الفباء تحریر کر کے اسے ایک تشتری کے نیچے دبا دیتے اور اپنی انگلیاں تشتری کے اوپر رکھ دیتے، کاغذ پر لکھے گئے حروف پر تشتری کی حرکت کے ذریعہ روحوں کے پیام کو دریافت کر لیتے نیز ان سے رابطہ کرنے والی روحیں زیادہ تر زندوں سے ہمکلام ہونا پسند کرتی تھیں۔

عالم ارواح سے آنے والی روحیں اکثر حاضر کئے جانے والوں کی نسل سے ہوتی تھیں لیکن اکثر وہ لوگ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کی مہمان ’’نپولین‘‘ یا ’’اسکندر اکبر‘‘ کی روحیں ہیں اس لئے کہ عوام بزرگوں کی روحوں سے ہمکلام ہونے کو زیادہ پسند کرتی ہے البتہ روحوں کی جانب سے دئے گئے دستورات کو غلط ماننا ادب کے خلاف سمجھا جاتا تھا اور جو کچھ تشتری یا میز کے ذریعہ نجوا کی صورت میں بیان ہوتا تھا وہ گہرے مطالب پر مشتمل ہوا کرتا تھا‘‘۔

ایسی صورت میں یہ مطلب واضح ہے کہ چالبازوں کے لئے زیادہ موقع فراہم ہے

اسکے علاوہ روحوں کو حاضر کرنے کے لئے مخصوص وسائل کی ضرورت بھی نہیں تھی، صرف چند دعوؤں کے ہمراہ ایک تشتری، کاغذ اور ایک گھومنے والی میز کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔

اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اس میدان میں قدم رکھا اور آہستہ آہستہ روحوں کو حاضر کئے جانے کا مسئلہ رمالی اور جنوں کو حاضر کئے جانے کی طرح پھیل گیا جو ایک بدبختی کا موجب بنا بلکہ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ شمر کی روح کو بھی حاضر کیا گیا اور اسے جہنم سے آزادی کا پروانہ بھی عطا کر دیا گیا۔

چھ روزہ اردن کی جنگ میں شہید ہونے والے فوجی کی روح کو حاضر کیا گیا، اسے شکر اور پنیر عطا کیا گیا اور اس نے جواب میں فوجی سلام کیا، اسی طرح بہت سے مسائل وجود میں آئے اور اس طرح تناسخ اور اس دنیا میں روحوں کے پلٹنے کا مسئلہ زندہ ہو گیا بلکہ روحوں کو بھی موقع مل گیا کہ وہ اس جہان میں آنے کے لئے صف میں کھڑی ہو جائیں۔

روحوں سے رابطہ کے مسئلہ کو اس جہان میں دوبارہ ان کی بازگشت کے مسئلہ سے ربط دینا اس بنیاد پر تھا کہ روحوں کی ابدیت میں شدت بخشی جا سکے یا پھر انہیں ازلی بنا دیا جائے تا کہ اس طرح روحوں کا سیطرہ وسیع ہو جائے...۔

یہ مسئلہ ۱۲۰ سال بعد یورپ اور امریکہ کی تقلید کرتے ہوئے ہمارے ملک میں بھی وارد ہو گیا اور آہستہ آہستہ یہ مسئلہ مسری مرض کی طرح پھیلنے لگا لیکن ہماری بموقع توجہ نے اسے پہلے مرحلہ ہی میں روک دیا، ہم نے اپنے دوستوں کی مدد سے مختلف جلسات اور تقریروں کے ذریعہ اس کی روک تھام کی، روحوں سے رابطہ کے مسئلہ کے متعلق علمی سطح پر ہم ایک مختصر مجموعہ مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس مختصر کتاب میں اضافات کے علاوہ درج ذیل مسائل کے سلسلہ میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

۱۔کیا حیات کی تکرار اور روحوں کے پلٹنے کا مسئلہ جسے ہماری زبان میں تناسخ اور ہندوؤں کے درمیان ''کارما'' کہتے ہیں، صحیح ہے یا پھر اس کا تعلق بدعتوں سے ہے؟

۲۔کیا روحوں سے رابطہ کیا جا سکتا ہے؟ کیا میز اور اسی جیسی دوسری چیزیں صحیح ہیں یا ان میں مکر وفریب خوابیدہ ہے۔

۳۔اس کتاب کے آخر میں ہمارے بیان کئے گئے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے تا کہ ایسے تمام شبہات کا امکان ختم ہو جائے۔

۱۲۰ہزار دعوت نامہ

قابل توجہ نکتہ تو یہ ہے کہ ہم نے مجلّہ ''مکتب اسلام'' کے متعدد شماروں کے ذریعہ اس مسئلہ کے سر براہوں کو دعوت دی کہ وہ قم آئیں اور اپنے دعویٰ کے مطابق میز کے ذریعہ علماء وفضلاء کے مجمع میں روحوں سے رابطہ کریں، ہزاروں صفحات کو سیاہ کرنے سے بہتر ہے کہ ایک دو گھنٹہ کے اندر یہ مسئلہ حل کر دیا جائے یہاں تک کہ ہم نے یہ بھی وعدہ کیا کہ انھیں قم کے بہترین ہوٹل میں ٹھہرائیں گے اور تا حد ممکن ان کی پذیرائی کریں گے، ہم نے متعدد شماروں کے ذریعہ انہیں دعوت دی لیکن صرف ایک شخص نے جواب دیا اور جب ہم نے اسے قم آنے کے لئے دعوت دی تو وہ بھی لا پتہ ہو گیا۔

قم۔ناصر مکارم شیرازی

فصل اول

تناسخ اور روحوں کی بازگشت

تناسخ اور روحوں کی بازگشت کا سرچشمہ اور اس کی تاریخ

موت کے بعد روحوں کا دیگر اجسام میں لوٹ جانے کا مسئلہ ہمیشہ سے انسانوں کے درمیان رائج رہا ہے جسے عقائد اور فلسفہ کی رو سے تناسخ کا نام دیا جاتا ہے اگر چہ اس عقیدہ کے ماننے والے اس نام کو قبول کرنے سے بیزار ہیں لیکن دانشمندوں اور علمی اصطلاحات میں روحوں کا موت کے بعد دوسرے اجسام میں حلول کرنا صرف اور صرف تناسخ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لہٰذا اس اصطلاح کے مخالفین کا انکار بے بنیاد اور کسی بھی فلسفی یا کلامی گفتار سے سازگار نہیں ہے مثلاً علامہ حلیؒ اپنی کتاب (تجرید الاعتقاد) میں خواجہ نصیر الدین طوسی کی بحث تناسخ کی وضاحت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تناسخ یہ ہے کہ روح جو کسی شخص کی شخصیت اور اس کی موجودیت کا مبدأ ہے وہ کسی دوسرے کے بدن میں داخل ہو کر اس کی موجودیت کی اساس کو تشکیل دے''۔

موضوع تناسخ کے تحت ''اشارات'' میں شیخ الرئیس ابو علی سینا اور اسی طرح شرح ''اشارات'' میں خواجہ نصیر الدین طوسی اور ''اسفار'' میں صدر المتالہین کی گفتگو سے اس معنی کے علاوہ کوئی دوسرا معنی سمجھ میں نہیں آتا۔

کتاب ''گو ہر مراد'' میں معروف ومشہور فلسفی ملا عبد الرزاق لاہیجی اور'' شرح منظومہ'' میں حکیم مشہور ملا ہادی سبزواری کی تحریر سے یہی مطلب واضح وروشن ہے۔

بیسویں قرن کی دائرۃ المعارف میں فرید وجدی (جلد۱۰، صفحہ ۱۷۲) پر تناسخ کے متعلق فرماتے ہیں:

''تناسخ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ جو اس بات کے معتقد ہیں کہ روح بدن سے جدا ہو کر کسی دوسرے انسانی بدن میں حلول کرتی ہے تا کہ ایک نئی حیات پا سکے اور اس طرح اس میں عالم قدس میں رہنے والی روحوں کے درمیان رہنے کی لیاقت آجائے''

ہم نے جو کچھ یہاں تناسخ کے سلسلہ میں بیان کیا ہے وہ بزرگ فلاسفہ کی گفتگو کا ایک گوشہ ہے اور ہمیں اس کے خلاف ایک شاہد بھی نہیں ملا لیکن یہ نکتہ ضرور موجود ہے کہ تناسخ کا ایک معنی ''روح کا انسانی بدن میں بازگشت'' کے ہیں اور دوسرا معنی ''انسانی اور غیر انسانی اجسام میں روح کے حلول کرنے'' کے ہیں، بعض فلاسفہ نے اس معنی کو وسعت دی ہے اور اس کے لئے چار مرحلے بیان کئے ہیں:

۱۔ نسخ: یعنی روح کا کسی دوسرے کے بدن میں حلول کرنا۔

۲۔ مسخ: یعنی روح کا کسی دوسرے حیوان کے بدن میں حلول کرنا۔

۳۔ فسخ: یعنی روح کا کسی خاص گیاہ میں سماں جانا۔

۴۔ رسخ: یعنی روح کا کسی جماد میں داخل ہونا۔ [۱]

۱۔ اس مقام پر اس بات کا خیال رکھیں کہ یہاں گھاس کے سلسلہ میں حلول کی تعبیر نہیں آئی ہے بلکہ ایک قسم کے تعلق اور رابطہ سے یاد کیا گیا ہے پس ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہے۔

البتہ آئندہ جتنی دلیلیں بھی تناسخ کے بطلان میں ذکر کی جائیں گی وہ تناسخ کے مذکورہ چار اقسام کو بھی شامل ہیں، دانشمندوں اور مؤرخوں کا کہنا ہے کہ اس عقیدہ کا منشأ ہند اور چین ہے جو ہمیشہ سے ان کے ادیان کا ایک جزء رہا ہے اور آج بھی اسی شکل و صورت میں موجود ہے اور پھر وہاں سے بقیہ اقوام وملل میں پہنچا، کتاب ''ملل ونحل'' کے مصنف علامہ شہرستانی کے قول کے مطابق اس عقیدہ کے تمام مذاہب میں اکثر وبیشتر یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بت پرست لوگ کتنے لگاؤ سے حیوانات کی تعظیم کرتے ہیں، یہ تعظیم اسی عقیدہ کا نتیجہ ہے لیکن مسلمانوں کے تمام فرقوں میں کوئی بھی ایسا فرقہ نہیں ہے جو اس عقیدہ کا قائل ہو اس لئے کہ روح کا پلٹنا اور پھر کسی دوسرے کے بدن میں حلول کر کے حیات کو ادامہ دینا قرآن کی کسی بھی آیت سے سازگار نہیں ہے۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ اسلامی فرقوں کے درمیان کتاب ''ملل ونحل'' کے مطابق تناسخیہ فرقہ کا نام ملتا ہے لیکن آج اس فرقہ کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

آج یورپ کی سرزمین پر اس عقیدہ کو بڑے آب وتاب کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے اور اس کے دفاع میں تمام تر کوششیں صرف کی جارہی ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے اسلامی سماج میں کچھ افراد ان لوگوں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے انہیں کے ساتھ ہم عقیدہ ہو گئے ہیں۔

تناسخ کے تاریخی اسباب

واقعاً یہ سوال اپنے مقام پر باقی ہے کہ روح کی بازگشت کا مسئلہ کیوں وجود میں آیا اور اس کا سرچشمہ کیا ہوسکتا ہے؟

ہاں! اس کے چند اسباب ہو سکتے ہیں:

۱۔ قیامت کا انکار: وہ لوگ چونکہ قیامت کے منکر تھے یا پھر اسے محال سمجھتے تھے لیکن دوسری طرف بدکاروں کو سزا نہ دینا اور نیکو کاروں کو جزا نہ دینا خدا کی عدالت کے خلاف سمجھتے تھے لہٰذا تناسخ کے معتقد ہو گئے تاکہ خدا کی عدالت پر حرف بھی نہ آئے اور قیامت کے نہ ہونے کا عقیدہ بھی باقی رہے، نیکو کاروں کی روحیں گذشتہ جسم سے بہتر جسم میں حلول کرتی ہیں تاکہ انہیں ان کی نیکیوں کی جزا مل سکے اور بدکاروں کی روحیں ان اجسام میں حلول کرتی ہیں جو ناقص الخلقہ اور رنج وزحمت میں مبتلا ہیں تاکہ اس طرح وہ اپنی کرتوتوں کی سزا پا سکیں اور پھر انہیں دوبارہ کمال مل سکے۔

۲۔ بیمار اور اپاہج بچوں کے لئے اسباب مہیا کرنا: جب کچھ لوگوں نے چند بیمار اور اپاہج بچوں کو دیکھا تو یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آخر ان بچوں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے کہ جس کے نتیجہ میں اس طرح گرفتار بلا رہیں حتماً ان کے اندر پاک اور خبیث روحیں ہیں جنہیں اس دنیا میں دوبارہ لوٹایا گیا ہے تاکہ انہیں ان کی کرتوتوں کی سزا مل سکے اور جو کچھ کیا ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور عبرت لیں۔

ان لوگوں کا گمان تھا کہ اس جہان میں ایسے بچوں کا تولد انکار ناپذیر ہے اور یہ سب کچھ خدا کی مشیت کی وجہ سے ہے۔

حالانکہ آج ہمیں معلوم ہے کہ اگر ماں باپ قوانین کی رعایت کریں اور وہ اصول و قوانین جسے خدا نے بچے کی سلامتی کے لئے وضع کئے ہیں، انکے پابند رہیں تو پھر حمل پوری طرح سالم متولد ہو سکتا ہے، معلول بچوں کا تولد ہماری خطاؤں کا نتیجہ ہے اور اس میں

تناسخ کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اسی طرح لوگوں کی کامیابی اور ناکامی میں ظاہری اسباب کا نہ ہونا سبب بنا کہ بعض حضرات تناسخ کا سہارا لیں اور اسے اپنے عقیدہ کا جزو سمجھتے ہوئے ناکامی کو اس شخص کے گذشتہ عمر کے گناہوں کا نتیجہ جانیں تا کہ اس طرح انہیں سزا مل سکے حالانکہ آج کے دور میں نفسیاتی مسائل کے مطابق روشن ہے کہ کسی فرد کی ناکامی یا کامیابی اس کی استعداد کا نتیجہ ہے جس کا سمجھنا آج کے دور میں بڑا آسان ہے۔

۳۔ روحی عوامل: تناسخ ایک تسکین بخش عامل ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں یہ ذکر کیا ہے کہ روحوں کی بازگشت کا عقیدہ بڑا قدیمی ہے جو انسانوں کے درمیان مخصوصاً بت پرستوں اور چینیوں کے نزدیک ہمیشہ سے رہا ہے، اس عقیدہ کے روحی عوامل میں سے ایک عامل لوگوں کا زندگی میں پے در پے شکست کھانا اور ان کے درمیان مسلسل ناکامیوں کا اثر مختلف شکل وصورت میں آشکار ہونا ہے۔

کبھی وہ خیالی دنیا میں کسی گمشدہ کی تلاش کی شکل میں ظاہر ہوا جو زیادہ تر شعراء کے کلام میں پایا جاتا ہے۔

یہ لوگ جب اپنے محبوب کے وصال سے محروم ہو جاتے تو عالم خیال میں اسکے اوصاف اور شکل وشمائل کی توصیف کے ذریعہ اپنے آپ کو تسکین بخشتے، اسی طرح کبھی وہ تناسخ کے عقیدہ کو آشفتہ خیال اور افکار پریشان کی تسکین کا سبب سمجھتے تھے۔

یہ لوگ یہ سوچ کر مگن رہتے تھے کہ اگر آج ہمیں شکست ہوئی ہے تو کوئی بات نہیں لیکن جب ہمارا دوسرا جنم ہوگا اور ہماری روح کسی دوسرے کے بدن میں حلول کرے گی تو اس وقت ضروری کامیابی ہماری ہوگی مثلاً جب کوئی عشق میں ناکام اور وصال سے محروم

ہو جاتا تو یہ سوچ کر خوش رہتا کہ جب اس کا دوسرا جنم ہوگا تو ضرور کسی ایک خاندان میں بہن بھائی کی صورت میں یا کسی دوسرے عنوان سے ایک دوسرے کے نزدیک اور ساتھ ساتھ رہیں گے۔

انہیں اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس عقیدہ کے ذریعہ اپنے انتقام کی آگ کو بجھایا جاسکے جیسا کہ عرب، زمان جاہلیت میں انتقام کی آگ کو ہوا دینے کے اعتبار سے مشہور تھے بلکہ انہیں انتقام کی آگ اپنے باپ دادا سے ارث میں ملا کرتی تھی، وہ اپنے اس عقیدے کو صحیح بتانے کے لئے تناسخ کا سہارا لیتے تھے۔

ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب ان کے قبیلہ کا کوئی فرد قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کی روح الو سے مشابہ یا ''ہامہ'' پرندے کی شکل اختیار کرکے، مسلسل مقتول کی قبر کا دور لگاتی ہوئی وحشت ناک فریاد کرتی ہے اور جب اسے قبر میں اتار دیا جاتا ہے تو اس کے قبر کے اطراف چکر کاٹتی ہوئی آواز دیتی ہے ''اسقونی اسقونی'' یعنی مجھے سیراب کرو، مجھے سیراب کرو۔ لہذا جب تک قاتل سے انتقام نہیں لیا جاتا تھا اس وقت تک اس کے غم انگیز نالہ بند نہیں ہوتے تھے۔

تناسخ کا عقیدہ انتقام جوئی کی چنگاری کو شعلہ ور کرنے میں ایک اہم کردار کا مالک ہے، اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کیوں اور کس لئے فلاسفہ اور دانشمندوں نے تناسخ کو خرافات مانتے ہوئے اسے مردود قرار دیا ہے؟

عقیدہ تناسخ کے بطلان کی دلیلیں

پہلی دلیل

بازگشت غیر ممکن ہے:

یہ نکتہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں کوئی بھی موجود ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی حرکت سے متوقف نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ایک حالت سے دوسری حالت اور اپنے کمال کی جانب رواں دواں ہے۔

دراصل اس دنیا میں موجودات کے درمیان وجود میں آنے والی تمام تبدیلیاں کمال کی جانب بڑھتے رہنے کی علامت ہیں۔

ایک نطفہ جو (اسپرم) اور ''اوول'' سے مل کر بنتا ہے وہ بھی ہمیشہ حرکت میں ہے اگرچہ وہ وجود کے پہلے مرحلہ میں بڑی مشکل سے قابل دید ہے اور اس مرحلہ میں انسان اور اس کے درمیان کوئی شباہت نہیں ہوتی لیکن وہ آہستہ آہستہ اپنے کمال کی منزلوں کو طے کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک کامل انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

اس عقیدہ میں جو چیز غیر ممکن ہے وہ روحوں کی بازگشت کا مسئلہ ہے، کبھی بھی ایک مہینہ کا نطفہ ایک روزہ نطفہ میں نہیں بدل سکتا اور بچہ علقہ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا،

جب جنین کے تکامل کا دور ختم ہوتا ہے اور رحم غیر قابل استفادہ ہوجاتا ہے تو پھر مبدأ خلقت کے فرمان سے وہاں نکال دیا جاتا ہے، جس طرح ایک پھل پکنے کے بعد اسے درخت سے جدا کر دیا جاتا ہے، اسی طرح حمل کو اتمام مدت کے بعد رحم سے جدا کر دیا جاتا ہے، پس جس طرح پھل کا درخت کی جانب لوٹنا غیر ممکن ہے اسی طرح جنین کا رحم مادر میں لوٹنا غیر ممکن ہے۔

اگر جنین رحم مادر میں ناقص رہ جائے تو اس کا وہاں رہنا بے سود اور وہ قابل سقط ہے بالکل اسی طرح کہ جیسے کچا پھل درخت سے ٹوٹنے کے بعد کبھی بھی اس سے نزدیک نہیں ہوسکتا۔

یہ قانون ، انسان ، حیوان اور نباتات بلکہ جہان کے تمام زندہ موجودات کے درمیان عام ہے اور کبھی اپنے کمال کے مراحل طے کرنے کے بعد یا ناقص رہ جانے کی صورت میں مرحلہ اول کی طرف نہیں لوٹتا جو گزر چکا ہے وہ گزر چکا ہے۔

گذشتہ فلاسفہ اس مطلب کو ایک دوسرے انداز میں بھی بیان کرتے تھے کہ جو موجود بھی (قوۃ) سے (فعلیت) کی منزل میں پہنچ جائے تو کسی بھی صورت میں (قوۃ) کی طرف لوٹ نہیں سکتا (غور کریں)۔

ایک مشہور فلسفی کا نظریہ

جناب ملا صدرا شیرازی اپنی مشہور کتاب ''اسفار'' میں عقیدہ تناسخ کے محال ہونے پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

روح اپنی خلقت کے آغاز میں ایک خالص استعداد اور قوۃ اور ہر قسم کی فعلیت سے آزاد ہوتی ہے بلکہ بدن بھی اپنے آغاز میں ایسا ہی ہوتا ہے

یعنی اس کا سب کچھ استعداد کے مرحلہ میں ہوتا ہے۔

یہ دونوں روح و بدن ساتھ ساتھ قدم بڑھاتے ہیں اور جو کچھ ان دونوں میں قوۃ اور استعداد کی صورت میں پوشیدہ ہوتا ہے، وہ آہستہ آہستہ فعلیت اور ظہور کے مرحلہ میں پہنچتا ہے، ایک جسم فعلیت کے مرحلہ میں قدم رکھنے کے بعد محال ہے کہ وہ دوبارہ قوۃ واستعداد کے مرحلہ میں لوٹ جائے یا مثلاً کبھی بھی ایک کامل جنین کا نطفہ یا علقہ کی منزل میں پلٹ جانا، یا تولد کے بعد رحم میں لوٹ جانا غیر ممکن ہے۔

بالکل اسی طرح روح فعلیت کے مرحلہ میں پہنچنے کے بعد قوۃ کی جانب نہیں لوٹ سکتی، اس لئے کہ ان دونوں کی حرکت قوۃ سے فعلیت کی جانب حرکت جوہری کی ایک قسم ہے جو اشیاء کے درمیان پائی جاتی ہے اور حرکت جوہری میں بازگشت غیر ممکن ہے۔

الغرض اگر یہ مان لیا جائے کہ روح فعلیت کے مرحلہ میں پہنچنے کے بعد ایک ایسے بدن میں لوٹ جائے جو جنین ہے یعنی محض استعداد اور قوۃ ہے تو اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ ایک مقام پر دو متضاد چیزیں اکھٹا ہو جائیں یعنی وہ بدن جو استعداد وقوت کی منزل میں ہے، روح کے ساتھ متحد ہو جائے جو فعلیت وظہور کی منزل میں ہے اور یہ اتحاد بدون تردید محال ہے...[1]

لیکن تناسخ کا عقیدہ بالکل اس قانون کے خلاف ہے، یہ عقیدہ اس بات کا قائل ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی روح ناقص یا با کمال ہو کر اس کے بدن سے جدا

۱۔ یہ وہ متن ہے کہ جسے ہم نے مختصر توضیحات کے ساتھ بطور اختصار بیان کیا ہے، اسفار کی جلد نمبر ۹ (چاپ جدید) ص۲و۳ کی طرف رجوع کریں۔

ہو جاتی ہے اور پھر کسی دوسرے بدن میں حلول کر کے کمال کے تمام مراحل کو شروع سے طے کرتی ہے۔

پہلے مرحلہ میں نطفہ کی شکل اختیار کرتی ہے اور پھر جنین کے مرحلہ میں وارد ہو کر دوبارہ متولد ہوتی ہے اور طفولیت کے مراحل کو تمام مشکلات، تلخیوں اور شیرینیوں کے ساتھ گذارتی ہے، وہ روح جو پہلے سب کچھ جانتی تھی، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، وغیرہ اسے سب کچھ آتا تھا لیکن اب وہ کچھ بھی نہیں جانتی، اب دوبارہ اس کی ماں اسے چلنا اور بولنا سکھائے، اسے لباس پہننے کا طریقہ بتائے، اس کو الفباء یاد کرائے اور ساری چیزیں دوبارہ سکھائے، یہ ایک واضح بازگشت ہے اور ماضی میں لوٹ جانا ہے، یہ ایک ایسا مطلب ہے جسے کوئی بھی فلسفی یا دانشمند کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرسکتا۔

جب کہ ایک خدا پرست کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کائنات کا نظام ایک موجود ازلی کے ارادہ کے مطابق اور ایک منظّم قوانین کے سایہ میں متحرک ہے، یہ کیونکر ممکن ہے کہ تناسخ کو خالق ہستی سے نسبت دے کر یہ کہا جائے کہ وہ موجود ازلی، موجودات کو کمال کے مراحل طے کرنے کے بعد انہیں دوبارہ پہلے والی حالت پر پلٹا دے گا اور وہ دوبارہ شروع سے تمام منزلوں کو طے کرے گا۔

کیا اگر کسی یونیورسٹی کے طالب علم کو اسکول کے ابتدائی کلاس میں بٹھا کر شروع سے الفباء پڑھایا جائے تو کیا دنیا اس پر نہیں ہنسے گی، اگر چہ وہ طالب علم کتنا ہی ضعیف کیوں نہ ہو، دنیا اسے ایک احمقانہ عمل سمجھے گی، اس صورت میں کیونکر خدا کی طرف ایسی نسبت دی جاسکتی ہے؟

ہاں! حق تو یہ ہے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد کبھی بھی اس دنیا اور رحم

میں نہیں لوٹ سکتی بلکہ اس کا ظہور اسکے بعد کی دنیا میں ہوگا اور جس طرح ہماری یہ دنیا، دنیائے رحم کے مقابلہ میں ایک کامل مرحلہ ہے اسی طرح اس دنیا کے مقابلہ میں اس کے بعد کا جہان کامل ہوگا پس ہماری یہ دنیا، آئندہ دنیا کے مقابلہ میں دنیائے رحم کی طرح تنگ و تاریک ہے، بہرحال دوبارہ لوٹنے کا مسئلہ ایک بے بنیاد عقیدہ ہے۔

دوسری دلیل

ایک روح صرف اپنے بدن کے ساتھ زندگی گذار سکتی ہے

اگر ہم اپنے بزرگ فلاسفہ کے درمیان عقیدہ تناسخ اور اس جہان میں روحوں کا دوبارہ کسی انسان یا حیوان کے بدن میں بازگشت کے مسئلہ کو غیر ممکن ماننے کے شاہد ہیں تو یہ انکار روایت اور آیات قرآنی پر تنہا منحصر نہیں ہے بلکہ عقلی دلائل کی بنیاد پر بھی یہ مسئلہ مردود اور غیر قابل قبول ہے۔

علمی نتائج کی رو سے اس عقیدہ کے نامطلوب آثار مشاہدہ ہوئے ہیں جسے ہم آئندہ صفحات میں بیان کریں گے، ہم نے اس مطلب کو گذشتہ صفحات میں ثابت کر دیا ہے کہ اس عقیدہ کا سب سے بڑا عیب جہان حیات میں قانون تکامل کی صریح مخالفت ہے۔

ہم کس طرح اس بات کو قبول کرلیں کہ خدا روحوں کو ایک کمالی سیر کے بعد اگرچہ بصورت نسبی کیوں نہ ہو، انہیں دوبارہ پہلی حالت میں پلٹا کر چالیس سالہ انسان کی روح کو ایک جنین میں دم کر دے جو بچپنے کے مراحل سے دوبارہ گزرے اور ایک تکراری سیر کو شروع کرے، یہاں تک کہ وہ ایک طویل مدت کے بعد پھر اپنی سابقہ حالت پر دوبارہ

لوٹ جائے۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ یہ ایک عاقلانہ فعل نہیں ہے بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ تکامل وہاں سے شروع ہو جہاں پر نطفہ کا اختتام ہوا ہو۔

اب اس کے بعد تناسخ کی رد میں عقلی دلائل ملاحظہ کریں۔

ایک روح دوسرے بدن کے لئے بیکار ہے

ایک روح دوسرے کے بدن کے لئے بے تاثیر ہے لہٰذا وہ لوگ کہ جو خیال کرتے ہیں کہ روح اپنے آغاز میں ایک کامل وجود ہے تو وہ سخت اشتباہ میں ہیں اس لئے کہ وہ اس جہان میں پہنچنے کے بعد کمال کی منزلوں کو طے کرتی ہے۔

کوئی ہے جسے معلوم نہ ہو کہ ایک بچے کی روح اسی کی طرح بچہ اور ایک جوان کی روح اسی کی طرح پرشور جوان اور نشاط سے بھرپور ہوتی ہے۔

اصولی اعتبار سے روح کا بدن سے بڑا گہرا تعلق ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے پر مستقیم اثر گذار رہے۔

ہمارے فلاسفہ کی آخری تحقیقات جس کی بنیاد حرکت جوہری پر رکھی گئی ہے، اس مطلب کو بیان کرتی ہیں کہ روح اور بدن میں دوئیت نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے سے مستقل بھی نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اثر پذیر اور ان دونوں میں نہایت تنگا تنگ رابطہ پایا جاتا ہے یا بعض حضرات کی تعبیر کے مطابق جسم و روح کا رابطہ گل اور گلاب کی طرح ہے، آج کی نفسیاتی تحقیق نے دو قدم بڑھ کر ایک اور مطلب بیان کیا ہے۔

یہاں پر آپ کو یہ اشتباہ نہ ہونے پائے کہ ہم (ماٹریالیسٹ) کے عقیدہ کو بیان کرنا

چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ روح مادہ کے خواص کا نام ہے بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ روح مادہ سے برتر ہوتے ہوئے مادہ سے فوق العادہ مرتبط ہے۔

یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے کہ جس کی فلسفہ اور ماہرین نفسیات نے تائید کی ہے، اپنے گذشتہ بیان سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ جس طرح دو جسم آپس میں پوری طرح مشابہ نہیں ہوتے اسی طرح دو روحیں کبھی بھی آپس میں مشابہ نہیں ہوسکتیں، اسلئے کہ روح اپنے بدن کے رنگ میں ڈھلنے کے بعد بدن کے ساتھ رشد کی منزلوں کو طے کرتی ہے اسی وجہ سے آج تک کبھی بھی مشاہدہ نہ ہوا کہ دو شخص ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے مشابہ رہے ہوں یا دو جسم آپس میں ہر لحاظ سے مشابہ ہونے کے باوجود ایک بدن ہوتے ہوئے دو روح کے مالک ہوں۔

لہذا جسم و روح میں سنخیت ہوتے ہوئے ممکن نہیں ہے کہ ایک روح اپنے بدن کے علاوہ کسی اور بدن میں حلول کر جائے بلکہ ایک جسم اسی روح کے لئے شائستہ ہے کہ جس کے ساتھ رہا ہے اور روح بھی اسی جسم کے لئے مناسب ہے کہ جس میں اسے کمال ملا ہے اگر اس حالت میں ایک روح کو کسی دوسرے بدن میں دم کر دیا جائے تو ان دونوں میں پوری طرح اجنبیت ہوگی۔

اسی وجہ سے روز قیامت ایک روح اپنے مخصوص جسم کے ساتھ محشور ہوگی، اسلئے کہ اس روح کی حیات اپنے جسم کے بغیر ممکن نہیں ہے، تناسخ کے ماننے والوں نے شاید تمام ایسے روشن حقائق سے چشم پوشی کر لی ہے اور گمان کر لیا ہے کہ روح ایک مسافر کی طرح ہے جو کبھی اس منزل میں مقیم ہے تو کبھی کسی دوسری منزل میں یا ایک سبک بال پرندے کی طرح ہے جو کسی بھی آشیانہ میں ٹھہر جاتی ہے حالانکہ حقیقت کچھ اور ہے، مسافر اور

پرندے، آشیانہ اور مسافر خانہ دونوں الگ الگ مفہوم ہیں، جب کہ جسم و روح کا پیوند اس قدر اٹوٹ ہے کہ نہ روح جسم کے بغیر اور نہ ہی جسم اپنی روح کے بغیر ادامہ حیات دے سکتا ہے، ان دونوں کی مثال قفل کی ہے کہ ہر قفل کے لئے ایک مخصوص چابی ہوتی ہے۔

یہ کام اس کے بس کا نہیں ہے

اگر بالفرض اس حقیر کو مان لیا جائے اور قبول کر لیا جائے کہ ایک پچاس سالہ انسان کی روح ایک طفل معصوم کے جسم میں حلول کر سکتی ہے لیکن یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ روح طفل معصوم کی طرح کھائے پیئے، ضد کرے، بچوں کی طرح لڑائی کرے، صلح کرے، یا جوانی کے ہنگامے اور شور وولولہ ایجاد کرے۔

یہ سارے اعمال ایسی پچاس سالہ روح انجام نہیں دے سکتی اور اسے قبول کرنا غیر ممکن ہے، اگر جہان حیات سے موجودات کا ماضی میں پلٹا دیا جانا قبول کر لیا جائے تو یہ عمل ایک پچاس سالہ روح کو طفل معصوم کے جسم میں لوٹانا غیر ممکن ہے۔

تناسخ کے طرفدار اپنے عقیدہ کے سلسلہ میں منطقی غور وفکر سے برخوردار ہونے کے بدلے اپنی خدمات کا شکار ہو گئے ہیں، وگرنہ یہ غیر ممکن ہے کہ ایک انسان اس عقیدہ کے سلسلہ میں اس حد تک غور وفکر کرے اور پھر بھی اس میں شک وشبہ ایجاد نہ ہو۔

تیسری دلیل

روحوں کے لئے مطلق فراموشی غیر ممکن ہے

عقیدہ تناسخ کے بطلان کے لے ایک اور دلیل جو مسلم ہے وہ گذشتہ یادوں کی مطلق فراموشی ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ کمال یافتہ یا غیر کمال یافتہ روحیں دوبارہ کسی اور جسم میں بھیج دی جاتی ہوں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے گذشتہ خیالات اور حوادث کو بھی فراموش کر دیں؟

جب کہ نہ ہم نہ آپ اور نہ کوئی اور کہ جس نے گذشتہ زندگی گزاری ہو، گذشتہ حوادث اسکے ذہن میں ہوں یا اس میں گذشتہ زندگی کی ایک معمولی جھلک پائی جاتی ہو اور اسے اپنے ذہن میں نہ لائے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ شخص جس نے چالیس پچاس سال اس دنیا میں زندی گزاری ہو، تعلیم حاصل کی ہو، بے شمار مہارتوں سے برخوردار رہا ہو، ہزاروں تلخ و شیرین حوادث سے روبرو ہوا ہو، سینکڑوں دوست و دشمن سے ملا ہو لیکن پھر بھی اسے اپنی گذشتہ زندگی کا ایک لمحہ بھی یاد نہ ہو، روح کے لئے ایسا نسیان غیر ممکن ہے، حالانکہ قرآن مجید اور عقلی دلائل کی بنیاد پر جو مطلب واضح ہے وہ یہ ہے کہ روز قیامت روحیں اپنے مخصوص جسموں

کے ساتھ محشور ہوں گی۔

انہیں سب کچھ یاد ہوگا جو کچھ کیا ہے وہ یاد ہوگا، یہاں تک کہ وہ اپنے دوست یا دشمن کو دیکھیں گے تو انہیں پہچان لیں گے، اس صورت میں کیسے ممکن ہے کہ اس جہان میں بازگشت اور روز قیامت میں بازگشت میں اتنا فاصلہ ہو اور ایک انسان اپنی جدید زندگی میں کسی بھی قسم کی یاد سے محروم ہو اور اسے کچھ بھی یاد نہ ہو اور اگر ایسا فرض ممکن ہو جائے تو پھر بھی یہ ایک بے فائدہ عمل ہے اسلئے کہ اس عقیدہ کے طرف داروں کا کہنا ہے کہ نئی زندگی، تکامل یا معصیت کی سزا دینے کے لئے ہوتی ہے۔

لیکن جسے کچھ بھی یاد نہ ہو اس کے لئے تکامل اور سزا بے معنا ہے، وہ نہ تو اپنی گذشتہ خطاؤں کو جانتا ہے کہ جسے یاد کر کے وہ عبرت لے اور نہ ہی گذشتہ زندگی کی ناکامیوں اور محرومیوں کو جانتا ہے کہ جس کی وجہ سے عبرت حاصل کرے اور نہ ہی گذشتہ ناکامیوں اور محرومیوں کو جانتا ہے کہ جس کے بعد اپنی نئی زندگی میں ملنے والی کامیابیوں سے مسرور ہو کہ یہ سب کچھ اس کے حافظہ سے مربوط ہے، جب اس کے حافظہ میں ہی کچھ نہیں ہے تو عبرت و سرور کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔

اس عقیدہ کے ماننے والوں میں سے بعض حضرات کے سامنے جب یہ اشکال کیا جاتا ہے تو وہ متحیر رہ جاتے ہیں اور حیرانی میں جواب دیتے ہیں کہ اس جہان کے گوشہ و کنار میں ایسے لوگ دیکھنے میں آئے ہیں کہ جنہیں اپنی گذشتہ زندگی کی شیرینیاں اور تلخیاں یاد ہیں۔

ایسے لوگوں سے ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ کے اس دعوے کے لئے کوئی معتبر سند نہیں ہے کہ جس پر علمی بحث میں تکیہ کیا جا سکے اور اگر مان لیا جائے کہ بعض حضرات ایسے مل بھی

جائیں جنہیں اپنی گذشتہ زندگی یاد ہو لیکن اس کے لئے یہ امکان باقی ہے کہ وہ اپنے توہمات میں گرفتار ہو جسے نفسیاتی مریض کہا جاتا ہے۔

وگرنہ ہم بھی ہزاروں صحیح وسالم حضرات سے نشست و برخاست کرتے ہیں لیکن آج تک کسی نے کبھی ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا اور اگر ایسے حضرات پوری طرح سالم بھی ہوں تو اس کے باوجود یہ سوال پا برجا ہے کہ اس تبعیض کی دلیل کیا ہے؟

کیوں چند افراد ہی کو اپنی گذشتہ زندگی کے حوادثات ذہن میں ہیں اور ان کے مقابلہ میں بقیہ لوگ انکار کررہے ہیں، اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تبعیض اور یہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔

چوتھی دلیل

سرگردان روحیں

عقیدہ تناسخ کے سلسلہ میں ایک دوسرا اعتراض جو وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر تناسخ ان تمام لوگوں کے لئے ضروری ہو جو تکامل کے نیازمند ہیں تو پھر اس صورت میں نطفہ کے منعقد ہوتے ہی ان میں سے کسی ایک کی حیات کا اتمام ہونا چاہئے تا کہ اس طرح ایک روح اپنے سابقہ بدن سے جدا ہو کر جدید نطفہ میں حلول کر سکے۔

اور اگر ناگہانی حوادث جیسے زلزلہ اور دیگر حادثوں کے ذریعہ ہزاروں انسان تباہ ہو جائیں یا نہایت کم مدت میں سیلاب یا اس سے بھی زیادہ سریع جہانی جنگیں مخصوصاً جب ایٹمی جنگ ہو جیسا کہ ہیروشیما اور ناگاساکی کے ساتھ ہوا تو اس صورت میں ہلاک ہونے والی بے شمار انسانوں کی روحوں کا کیا ہوگا اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہلاک ہونے والی تعداد کے مطابق نطفہ کا منعقد ہونا محال ہے۔

اس صورت میں یہ روحیں سرگرداں ہونا چاہئے جو ایک مسافر کی طرح لامکاں ہیں وہ صف میں کھڑی ہیں تا کہ انہیں دوبارہ جسم مل سکے لیکن وہ روحیں جو سرگردان ہیں ان کا کام کیا ہے اور جب تک انہیں جسم نہیں ملتا وہ کیا کریں گی۔

کیا کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد، انعقاد نطفہ کی تعداد کے برابر ہے حالانکہ اس فرضیہ کا بطلان ناگہانی بلائیں، حوادثات، جنگ اور سیلاب کے ذریعہ ہونے والی ہلاکتوں سے ثابت ہے۔

یہ اعتراضات تناسخ کے ضعیف ہونے کی علامت ہیں، یہی وجہ ہے کہ ادیان آسمانی اور اسلام نے اسے باطل قرار دیا ہے۔ [۱]

قرآن کی نگاہ میں نئی زندگی کی طرف بازگشت

تمام اسلامی فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ روح اپنی حیات کے اتمام کے بعد دوبارہ اس جہان میں پلٹ کر کسی دوسرے بدن میں حلول کر کے اپنی حیات کو ادامہ نہیں دے سکتی، شیعہ اور سنی تمام دانشمندوں نے عقیدہ تناسخ کو باطل قرار دیا ہے جو ادیان ہند کی بدعتوں میں سے ہے۔

اسلامی فرقوں کے درمیان تنہا ایک فرقہ ''تناسخیہ'' کا نام ملتا ہے جو اس نظریہ کا قائل تھا لیکن آج مسلمانوں کے درمیان اس گروہ کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ کتابوں کے اوراق

۱۔ تناسخ اور بازگشت ارواح کے بعض طرفداروں کا کہنا ہے: اس میں کیا ممانعت ہے کہ ایک روح اپنے بدن سے جدا ہونے کے بعد تیس چالیس سال تک عالم ارواح میں رہے اس کے بعد ایک نئے بدن میں لوٹ آئے، اس صورت میں گروہی موتوں کے سلسلہ میں موجودہ اشکالات پیش نہیں آئیں گے لیکن یہ جواب ان کی کسی بھی مشکل کا حل نہیں ہے، اس لئے کہ اگر ہم اس بات کو قبول بھی کر لیں کہ ایک روح کو کمال کی ضرورت ہے لہذا اسے اس دنیا میں لوٹنا ہوگا، تو اس صورت میں تیس چالیس سال سرگردان رہنے کا کوئی مطلب نہیں رہتا بلکہ اسے جدا ہوتے ہی ایک دوسرے جسم میں حلول کرنا چاہیئے اس لئے کہ ایک روح کا عالم ارواح میں یونہی رہنا اس طالب علم کی طرح ہے کہ جو ایک مدت تعلیم کے بعد تیس سال کے لئے ترک تحصیل کر دے اور پھر تعلیم شروع کرے، یہ ایک احمقانہ عمل کہلائے گا۔

میں خاموش نظر آتا ہے، شائدان لوگوں کا وجوداس وقت ظاہر ہوا کہ جب یونانی کتابوں کا ترجمہ کیا جارہا تھااور بحث ومباحثہ اور مجادلہ کا بازار گرم تھالہذا مذہبی بحثوں کے سرد پڑتے ہی تناسخیہ نے دم توڑ دیااورآج صرف ان کا تذکرہ کتاب ''ملل ونحل'' میں ثبت ہے۔

بیسویں قرن کی دائرہ معارف (۱۰ص۱۸۱) میں درج ہے کہ:

روحوں کی بازگشت کا عقید بڑا پرانا ہے جو پہلی مرتبہ ہندوستان میں اٹھااور آج بھی یہ عقیدہ وہاں کے بت پرستوں کے درمیان پایاجاتا ہے لیکن اسلام میں کسی نے اس عقیدہ کونہیں مانا ،تنہا فرقہ تناسخیہ کا نام ملتا ہے، جنھوں نے اس عقیدہ کو مانا ہے جسے انھوں نے ہندوؤں اور عرب میں شائع فلسفہ کے ذریعہ قبول کیا تھا۔

ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ تناسخ کا عقیدہ زیادہ تران اقوام کے درمیان پایا گیا ہے کہ جن کا معاداور قیامت پر ایمان نہیں تھا،اس لئے کہ روحوں کی بازگشت اور خطاؤں کی سزا پانے اور اس سے عبرت حاصل کرنے کے بعد قیامت اور روز جزا کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

اس عقیدہ کے طرف داروں کے قول کے مطابق جب ایک فقیرد ولتمند کی صورت میں یاایک ظالم امیر ایک فقیراور مجبور کی صورت میں لوٹے گا، یاعشق میں ناکام افرادلوٹنے کے بعد کامیاب ہوجائیں گے اور عشق میں خیانت کرنے والے ہجران و فراق میں گرفتار ہوجائیں گے یا مثلاً (نائب حسین کاشی) اپنے اعمال کے نتائج کودیکھنے کے لئے اسی کے مطابق حالات سے دوچار ہوں گے تو پھراس صورت میں روز جزا کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی،حقیقت میں ان لوگوں کی قیامت اسی دنیامیں برپا ہوگی اور

پھر دوسری قیامت کو برپا کرنا بے سود ہوگا بلکہ لوگوں کا اسی دنیا میں سزا پالینے کے بعد دوبارہ انہیں کٹہرے میں کھڑا کرنا ایک ظلم ہوگا۔

اسی وجہ سے ہمارے بزرگان دین اور ائمہ علیہم السلام نے اس عقیدہ کو انکار قیامت کی وجہ سے باطل قرار دیا ہے۔

مرحوم صدوقؒ جہان اسلام کے عظیم محدث ہیں، وہ اپنی کتاب ''عیون اخبار الرضا'' میں امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے تناسخ کے متعلق مامون کی طرف سے کئے گئے سوالات کے جواب میں فرمایا: ''**من قال بالتناسخ فهو كافر بالله العظيم يكذب بالجنة و النار**''؛ جو بھی تناسخ کو مان لے تو گویا اس نے خدا کا اور جنت و دوزخ کا انکار کردیا ہے۔

اس حدیث میں ایک نکتہ جس کی طرف امامؑ نے توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان نہ رکھنے کو عقیدہ تناسخ کے برابر سمجھا گیا ہے اور ان دونوں کے درمیان موجود رابطہ صرف ایک موضوع کی طرف توجہ کے ذریعہ معلوم ہوجاتا ہے اور وہ موضوع یہ ہے کہ تاریخ و ادیان میں ہم پڑھتے ہیں کہ عقیدہ تناسخ کے طرفدار صرف چند مادی گرا افراد تھے، وہ لوگ صرف اس وجہ سے تناسخ کے قائل ہوگئے تھے کہ وہ خدا کے منکر تھے۔

لہذا اس طرح روحوں کو ازلی و ابدی قرار دینا چاہتے تھے، اس صورت میں معلوم ہے کہ یہ روحیں اپنی جاودانی زندگی کی خاطر ایک مدت گذر جانے کے بعد کسی دوسرے بدن کو اپنا آشیانہ بنائیں گی اور زمانہ کے گذرتے ہوئے اپنا مسکن بدلتی رہیں گی، یوں اپنی جاودانی زندگی کو ادامہ دیں گی (غور کریں) اور اس طرح مادہ پرست حضرات اور اس عقیدہ کے درمیان رابطہ کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

اسلامی تہذیب ومعارف کا سرچشمہ قرآن مجید نے اپنی متعدد آیتوں میں اس عقیدہ پر خط بطلان کھینچتے ہوئے فرمایا ہے:

ا۔﴿**حتی اذا جاء هم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها**﴾[۱]؛ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے تاکہ شاید جو کچھ ترک کر دیا ہے اسے دوبارہ انجام دے سکوں لیکن اسے جواب دیا جائے گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ ایک بات ہے جسے وہ کہہ رہا ہے۔

۲۔﴿**کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیه ترجعون**﴾[۲]تم کس طرح خدا کا انکار کر رہے ہو جب کہ اسی نے تم لوگوں کو مردہ ہونے کی صورت میں دوبارہ زندہ کیا ہے پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کرے گا اس کے بعد تم اسی کی طرف لوٹا دئے جاؤ گے۔

یہ آیت بیان کرتی ہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد صرف ایک مرتبہ زندہ کئے جاؤ گے اور تمہارا زندہ کیا جانا روز جزا، خدا کی طرف بازگشت اور اس دنیا کی جاودانی زندگی میں ورود کے ہنگام ہوگا، اس بیان سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جو شخص روحوں کی بازگشت اور اس جہان میں ایک نئی زندگی کی شروعات کا معتقد ہوا سے مذکورہ باتوں کے برخلاف ایک دوسری موت وحیات کا قائل ہونا چاہئے جب کہ یہ اعتقاد گذشتہ آیت کے برخلاف ہے۔[۳]

۱۔سورہ مومنون/۹۹و۱۰۰ ۲۔سورہ بقرہ/۲۸

۳۔رجعت کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایتوں کا اس بحث سے کوئی ربط نہیں ہے، اس لئے کہ رجعت ایک عمومی مسئلہ نہیں ہے بلکہ تنہا چند لوگوں کے سلسلہ میں ہے جسے ایک استثنائی مسئلہ کہا جا سکتا ہے بالکل اسی طرح کہ جیسے جناب عزیرؑ کی بازگشت کا مسئلہ استثنائی تھا غور کریں۔

۳۔﴿ الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ﴾[۱]؛ خدا وہی ہے کہ جس نے (پہلی مرتبہ) تمہیں خلق کیا اور پھر رزق دیا، اس کے بعد مار ڈالے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔

اس آیت میں بھی انسان کی پہلی خلقت کے بعد صرف ایک مرتبہ موت وحیات کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔﴿وھو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ان الانسان لکفور ﴾[۲]؛ اور وہی ہے کہ جس نے تمہیں زندہ کیا اور پھر مار ڈالے اور پھر زندہ کرے گا، یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے۔

اس آیت میں بھی پہلی مرتبہ حیات کے بعد صرف ایک بار اور زندہ کئے جانے کا ذکر ہوا ہے۔

۵۔﴿قالو اربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل ﴾[۳]؛ (اس دن کافر) کہیں گے کہ اے ہمارے پالنے والے تو نے ہمیں دوبار پیدا کیا اور دوبار مارا اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، کیا (دوزخ) سے رہائی کا کوئی راستہ ہے۔

اس آیت میں موجود (تو نے دوبار ہمیں مارا) کو دستاویز قرار دیتے ہوئے شائد بعض حضرات یہ کہیں کہ یہ جملہ اس جہان میں دوبارہ لوٹنے کی طرف اشارہ ہے جس میں

۱۔سورہ روم/۴۰

۲۔سورہ حج/۶۶

۳۔سورہ غافر/۱۱

ایک باراورحیات وموت واقع ہوگی لیکن گذشتہ آیات کودیکھتے ہوئے یہ مطلب کاملاً روشن ہے کہ پہلی موت خلقت سے پہلے والی ہے کہ جس میں انسان ایک بے جان موجود کی طرح ہوتا ہے اور پھر اسے زندگی کا لباس پہنایا جاتا ہے اور اگر (مارڈالنے) کی تعبیر استعمال ہوئی ہے تو ''تغلیب'' کے باب سے ہے۔[۱]

اسی طرح یہاں پر بھی ایک مرتبہ مارنے اور ایک مرتبہ زندہ کرنے کی تعبیر کے بدلے دونوں کو (مارڈالنے) کی تعبیر سے یاد کیا گیا ہے۔ (غور کریں) ہمارے اس مطلب کا ترجمان بعد والا جملہ ہے اس لئے کہ اس آیت میں حیات ومرگ کو دومرتبہ ذکر کیا گیا ہے جب کہ اگر آخرت میں حیات کے علاوہ اس دنیا میں ایک نئی زندگی کو مان لیا جائے تو پھر اس صورت میں تین بار زندہ ہونا لازم آجائے گا لہذا یہ آیت بھی تناسخ کو باطل کرتی ہے۔

نہج البلاغہ میں بھی امام علی علیہ السلام کی طرف سے ایسی تعبیرات وارد ہوئی ہیں جو تناسخ کو باطل قرار دیتی ہیں: ''**لاعن قبیح یستطیعون انتقالا ولا فی حسن یستطیعون ازدیادا**''[۲]؛ ان کے پاس اب نہ تو برے کاموں کے جبران کا وقت رہا اور نہ ہی ان میں نیکیوں میں اضافہ کرنے کی طاقت باقی بچی۔

اس بیان سے یہ مطلب واضح ہوجاتا ہے کہ وہ لوگ جو معتقد ہیں کہ انسان مرنے کے بعد اس جہان میں لوٹ آتا ہے تا کہ اپنے گذشتہ اعمال کا جبران اور اپنے ناقص کمال کو کامل کر سکے اس مقام پر اور بھی مطلب ہے جس سے کلام کے طولانی ہونے کی وجہ سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

۱۔ تغلیب یعنی جب دو چیزوں کا نام ایک ساتھ لیا جاتا ہے تو ان میں سے اصلی تعبیر کا انتخاب کرتے ہوئے دونوں کو ایک تعبیر سے یاد کیا جاتا ہے جیسے شمس وقمر کہنے کے بدلے شمسین اور اب ''باپ'' ام ''ماں'' کے بدلے ''ابوین'' کہا جاتا ہے۔

۲۔ نہج البلاغہ خ ۱۸۸

فصل دوم

روحوں سے رابطہ

میز کی سرگرمی

کیا گذشتہ لوگوں کی روحوں سے رابطہ ممکن ہے اوران سے معلومات لی جاسکتی ہیں؟

کیا وہ ساری باتیں جسے روح سے رابطہ کرنے والے کہتے ہیں وہ سب بیہودہ ہیں؟

یاان باتوں میں کچھ باتیں حقیقت رکھتی ہیں؟

کیا روحوں کو حاضر کرنا میز کے ذریعہ روحوں کو حاضر کیا جانا صحیح ہے؟

کیا روحوں کو حاضر کرنا جو آج بعض مجلّات کے ذریعہ عام ہوا ہے، اتنا ہی آسان ہے کہ کوئی شخص بھی کیل کے بغیر بنی میز کے اطراف بیٹھ کر ہاتھوں کو بلند کرے اور نیت کرے اور پھر جس کی روح کو چاہے حاضر کردے؟ کیا وہ اپنے سوالات کے جوابات میز کی غیر اختیاری حرکت کے ذریعہ دریافت کرسکتا ہے خواہ مثبت ہو یا منفی؟

واقعاً کیا یہ سب کچھ اتنا ہی آسان ہے؟ کیا کیل کے بغیر ایک میز (عالم غیب) کی چابی عالم ارواح کی اخبار کوردوبدل کرسکتی ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے جوابات حاصل کرنے کا ہر ایک خواہشمند ہے لہذا ہم اپنی بحث، اسی آخری سوال کے جواب میں شروع کرتے ہیں کہ جس نے آج کے دور

میں بڑا شور مچا رکھا ہے اور اجازت دیں تا کہ اس بحث کو ایک خط کو ذکر کرنے کے ذریعہ آغاز کریں کہ جس میں اسی موضوع کے تحت کی گئی تحقیق کو بیان کیا گیا ہے، اس خط کا متن یہ ہے:

آج کل میز کے ذریعہ روحوں سے رابطہ کا مسئلہ زوروں پر ہے، کوئی بھی شخص چند منٹ روحوں کو حاضر کئے جانے والے جلسات میں بیٹھ کر یہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ بھی ایک کیل کے بغیر بنی میز لے کر روحوں سے رابطہ کرسکتا ہے۔

لیکن جو مسئلہ باعث تعجب ہے اور مقام افسوس ہے، وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو تہران کے مجلّہ میں شائع شدہ ترکیب (یعنی سورہ حمد کی قرائت کے بعد روحوں سے رابطہ کرنے کی استدعا) کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ جس روح سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں اسے حاضر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن عجیب بات تو یہ ہے کہ جو سوال چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جیسا جواب پسند کرتے ہیں ویسا ہی جواب دریافت بھی کرتے ہیں۔

میں نے اب تک نہ دیکھا کہ اسلامی فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ کے چند حضرات نے ایسی میز کے اطراف بیٹھ کر یہ سوال کیا ہو کہ حق کیا ہے؟ اور جسے حق مانتے ہیں اسے حق بتایا نہ گیا ہو اور ان کے مخالفین اپنے عقیدہ کے بطلان کو نہ سنتے ہوں۔

جو نکتہ قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ وہ میز خود بخود گھومتی ہے لیکن کبھی اس میز کو گھمانے میں وہی روح موثر ہوتی ہے۔

پس اگر گھمانے والی چیز وہی روح ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب میں اپنے

مذہب کے بارے میں سوال کرتا ہوں تو وہ میرے مذہب کو حق کہتی ہے اور میرے مخالف مذہب والے کے اعتقاد کو بھی درست کہتی ہے۔

میں نے بارہا آزمائش کی ہے مثلاً میں نے سوال کیا کہ کیا فلان مریض اچھا ہوا یا نہیں؟

میں نے ایک ہی روح سے دوراتوں میں متواتر یہی سوال کیا لیکن اس کے دونوں جواب میں تناقض تھا، یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ میز کس قدرت کی بنیاد پر گھومتی ہے۔

میں بارہا ایسے جلسات میں حاضر ہوا ہوں کہ جس میں روحوں سے ایک آہنی اور بڑی میز کے ذریعہ رابطہ کیا گیا تو پھر اگر میز لوہے کی کیل کے بغیر ہونا چاہئے اور ایک لوہے کی کیل اس کی حرکت کو روک سکتی ہے تو پھر لوہے کی اتنی بڑی میز کیسے حرکت میں آجاتی ہے (غور کریں)۔

لیکن جس حقیقت تک میں پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو میز کے اطراف جمع ہوتے ہیں وہ خود بخود اس ماحول اور کلمات کی تاثیر میں گرفتار ہوجاتے ہیں، ان لوگوں میں سے جس میں کنٹرول کی طاقت کم ہوجاتی ہے، وہ میز کو متحرک بنادیتا ہے اور وہ میز حرکت میں آجاتی ہے، یہی افراد قومی مڈیوم ہیں (یعنی وہ لوگ ہیں کہ جو روحوں سے رابطہ برقرار کرتے ہیں)(غور کریں)

قوی مڈیوم وہ تمام افراد ہوسکتے ہیں کہ جن میں کنٹرول کی طاقت کم ہو اور زیادہ تر غصہ میں رہتے ہوں، میں خود نیشاپور میں ایسے جلسات برگزار کرنے والوں سے مرتبط ہوں اور زیادہ تر وہ لوگ جو نیشاپور میں ایسے

جلسات سے مرتبط ہیں، وہ ابتدائی مراحل میں خود مجھ سے سیکھتے ہیں۔
یہاں میرا مطلب خودستائی نہیں ہے بلکہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے یہ سب کچھ ہوا و ہوس کی بنیاد پر نہیں لکھا ہے۔

ایک جلسہ میں کہ جس میں بوعلی سینا....کی روح کو حاضر کیا گیا تھا، ان سے ایک بیماری کے سلسلہ میں سوال کیا گیا، بیمار ایک خاتون تھیں، انھوں نے جواب میں یہ کہا کہ اسی ماہ کی ۲۹ تاریخ کو وضع حمل ہوگا جب کہ اس تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

اسی نیشا پور میں ایک خاتون ہیں کہ جن کے بیٹھتے ہی وہ میز حرکت کرنے لگتی ہے اور وہ جو سوال بھی کرتی ہیں اس کا جواب مثبت ہوتا ہے اور اگر سوال کو پلٹ کر منفی کرلیا جائے تو اس کے باوجود جواب مثبت ملتا ہے۔

اسی طرح ایک اور جلسہ میں اس بات کا شاہد تھا کہ روح کو حاضر کرنے والوں نے میز سے حرکت کرنے کیلئے کہا لیکن وہ حرکت میں نہ آئی، یہاں تک کہ اس نے کئی بار اسے حرکت میں آنے کے لئے کہا لیکن جب وہ حرکت میں نہ آئی تو اسے حرکت میں لانے کے لئے دخل وتصرف کیا اور جابجا کرکے آخر کار اسے حرکت کرنے پر مجبور کردیا، ایسے جلسات میں جو کچھ ہوتا ہے اس میں اسی فیصد (۸۰٪) دخل وتصرف (عمدی یا غیر عمدی) اور بیس فیصد حقیقت سے نزدیک ہوتا ہے اور خود بیس فیصد (۲۰٪) کے سلسلہ میں نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں روح کی طاقت کارگر ہے یا کوئی اور طاقت تاثیر گزار ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس میز کے اطراف چند افرادرات کے بارہ ایک بجے

تک حیران و پریشان رہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی خواہش کے
مطابق جواب حاصل کرتا ہے اور ہمیں اس دن سے ڈر ہے کہ جب دشمن
اسے ہمارے خلاف بطور مہرہ استعمال کرنے لگے، یا سیاسی کھلونا بن جائے
کہ جس میں خیانتیں پنپ رہی ہوں، میں اس مسئلہ میں جس نتیجہ تک پہنچا
ہوں وہ یہ ہے کہ یہ ایک کھیل ہے اور اس سلسلہ میں جو سوالات بھی کئے
جاتے ہیں اس کا جواب قرآن کے ذریعہ دیتا ہوں ﴿یسئلونک عن
الروح قل الروح من امر ربی﴾ سورہ اسراء/۸۵

کاظم سراج انصاری

میں اپنے عقیدہ کے مطابق یہاں پر اس نکتہ کو روشن کردینا چاہتا ہوں کہ نہ میں، نہ
اس خط کو تحریر کرنے والے اور نہ ہی کوئی دوسرا روح کے وجود کا منکر ہے، اس لئے کہ روح
کے اثبات میں فلسفی تجارب اور حسی دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے
روح کے وجود کا انکار غیر ممکن ہے۔

اسی طرح ماہر افراد کے لئے روح سے رابطہ کا انکار نہیں کر سکتے کہ جنہوں نے اس
راہ میں واقعاً زحمت کی ہے کہ جس کی شاہد وہ مثالیں کہ جو ذکر کی جا چکی ہیں، اسی طرح
آئندہ ملاحظہ کریں گے کہ ہمارے بزرگ راہنماؤں نے بھی روح سے روح سے رابطہ کو
ممکن مانا ہے۔

لیکن جائے سوال یہاں ہے کہ اتنے عظیم مسئلہ کو اس قدر تنزل دینا یہاں تک کہ ایک تفریح
بن جائے جو بھی چاہے ایک میز لے کر روحوں سے رابطہ کا کھیل شروع کردے، چند زن و
مرد جمع ہو کر ایک شب بوعلی سینا کی روح، دوسری شب زکریا رازی کی روح، تیسری شب

انشٹن کی روح کو حاضر کریں اور ایکسن نام کی خاتون کے وضع حمل کے سلسلہ میں سوال کریں اور وہ روحیں بھی اپنے مخاطبین کو انہیں کی خواہش کے مطابق جواب دیں، ایسا ہونا کسی بھی عقل و منطق سے سازگار نہیں ہے کہ اتنا اہم مسئلہ اس قدر پست اور لوگوں کا بازیچہ بن جائے۔

اور اس سے بھی زیادہ خطرہ اس وقت درپیش ہے کہ جب مذہبی اخلاقی، اجتماعی اور سیاسی مسائل اس کے ذریعہ حل ہونے لگیں، جب کہ گذشتہ خط کے لکھنے والوں نے اسی مطلب کی طرف ایک مختصر اشارہ کیا ہے

اس لئے کہ جب روحوں سے رابطہ کا مسئلہ اس قدر آسان اور پست ہو جائے گا تو پھر ایک شخص اپنا چوری کیا گیا مال حاصل کرنے کے لئے سیکڑوں بے گناہوں کو متہم کر سکتا ہے اور کوئی بھی فاسد العقیدہ انسان اس کے ذریعہ اپنے مذہب اور مسلک پر صحت کی مہر لگا سکتا ہے۔

ایک سیاستمدار لوگوں میں اختلاف ایجاد کرنے کے لئے ایسی میز کا سہارا لے کر اپنے زرخرید غلاموں کو وارد میدان کر کے اپنی پسند کے مطابق سوال کے جواب حاصل کر سکتا ہے، ایسے خطرے کی گھنٹی سنائی دے رہی ہے لہذا ہمیں اس کے برے نتائج سے بچنا ہوگا، اس لئے کہ اس سے آسان اور وسیلہ نہیں مل سکتا جو فاسدوں کی آرزؤں کو الٰہی اور ملکوتی شکل دے سکے۔

یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ فرصت طلب اور مکار حضرات اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے اور اپنے شیطانی اہداف کو پورا کرنے کے لئے دریغ نہیں کریں گے یا کم از کم اسے اپنے اہداف کے لئے بیساکھی بنانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

روحوں سے رابطہ کرنے کا جلسہ

میں نے بھی روحوں سے رابطہ کرنے اوراسی جیسے جلسات کا تذکرہ مجلّات وغیرہ کے ذریعہ سنا تھااور موقع کا منتظر تھا کہ میں بھی دوسروں کی نزدیک سے میز کے ذریعہ روحوں کو حاضر کئے جانے کو مشاہدہ کرسکوں اور چونکہ میں آسانی سے ایسے مسائل کو قبول نہیں کرتا لہٰذا خود اپنی آنکھوں سے دیکھا چاہتا تھا لہذا یہ موقع میرے لئے بڑی آسانی سے فراہم ہوگیا۔

ایک سال گرمیوں کے موسم میں خراسان جوایک شہر سبزوار جونہایت پاک وصاف ہے، وہاں کے مومنین نے دعوت دی، اس دعوت سے پہلے مجھے اپنے دوستوں کے ذریعہ خبر مل چکی تھی کہ یہ شہر بھی میز کے ذریعہ روحوں کو حاضر کئے جانے اور روحوں سے رابطہ کرنے کے مراکز میں سے ایک مرکز ہے اور یہ مسئلہ اس شہر میں کافی شہرت رکھتا ہے، یہ جلسہ کافی لوگوں کے قیمتی اوقات کو برباد کررہا ہے، کچھ لوگوں کے لئے ایک تفریح اور کچھ لوگوں کے لئے دوسرے عالم کی بہ نسبت اطمینان کا باعث بن گیا ہے۔

میں بھی اپنی چاہت اور ضرورت کے تحت اس موقع کو گنوانا نہیں چاہتا تھا تاکہ جو بحث اس موضوع کے تحت شروع کی ہے اسے حقیقت سے نزدیک کرسکوں اوراس کتاب کے مطالعہ کرنے والے اصل حقیقت سے روشناس ہوسکیں، میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ ایسے جلسات میں عام لوگوں کا حاضر ہونا مصلحت کے خلاف ہے لیکن وہ لوگ جو محقق ہیں اور لوگوں کو اصل حقیقت سے آشنا کرانا چاہتے ہیں، انکا ایسے جلسات میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

میں کوشش کروں گا کہ جواپنی آنکھوں سے وہاں دیکھا ہے اسے بعینہٖ بیان کروں۔

اس بحث کے آغاز سے پہلے موردِ اطمینان اشخاص سے جو گفتگو ہوئی اسے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور پھر اپنے مشاہدات کو بیان کروں گا، اس مسئلہ کے ماہرین سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے (غور کریں) :

۱۔ روحوں سے رابطہ کا مسئلہ اس شہر میں ایک دو سال سے شروع ہوا ہے یہاں تک کہ ایک لطیفہ گو کے قول کے مطابق لکڑیوں کے بازار کو رونق دینے کے لئے میز کی سفارش دے دی گئی ہے۔

۲۔ روحوں سے رابطہ کرنے کی داستان اس طرح ہے کہ چند افراد ایک ایسی میز کے اطراف بیٹھتے ہیں جو لکڑی کی ہوتی ہے، اس کا اوپری حصہ مدور اور پوری طرح صاف ہوتا ہے اور ایک لکڑی کی کیل جو اسکے بیچا بیچ ہوتی ہے اس پر قرار دی جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ میز گھومتی ہے۔

ایک یا چند افراد اپنے ہاتھ اسی مدور صفحہ پر رکھ کر سورہ حمد وغیرہ پڑھتے ہیں (وہ لوگ سورحمد کی تلاوت کو بہتر مانتے ہیں نہ واجب) اور پھر اپنے افکار کو متمرکز کر لیتے ہیں، اسکے بعد کسی بھی مقدمہ کے بغیر روح سے رابطہ ہو جاتا ہے۔

روحوں سے رابطہ کی علامت یہ ہے کہ وہ میز خود بخود ایک طرف جھک جاتی ہے (البتہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں حسب سابق اسی میز پر رہتی ہیں) اس کے بعد روح سے سوال کیا جاتا ہے اور وہ جواب دیتی ہے، اس طرح کہ وہ شخص جو روح سے رابطہ کا وسیلہ ہے الفباء کو شروع سے گنتا ہے اور جس حرف پر میز حرکت میں آجاتی ہے اس حرف کو نوٹ کر لیا جاتا ہے، اس طرح حروف کے مجموعوں سے جملات بنائے جاتے ہیں جو روح سے کئے گئے سوال کا جواب ہوتا ہے، بعض اوقات روح سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے اور کبھی کوئی

دوسری روح دخل اندازی کرتی ہے کہ جس کی وجہ سے ملنے والا جواب اشتباہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ ایسے جلسات کو برگزار کرنے والوں کی اکثریت کا عقیدہ ہے کہ اس مسئلہ میں نہ میز کی شرط ہے اور نہ ہی میز میں لوہے کی کیل کی، میں جس جلسہ میں حاضر ہوا تھا اس میں ایک چار پایہ میز استعمال کی گئی تھی جس میں رابطہ کے برقرار ہوتے ہی میز کے دو پایہ خود بخود اٹھ گئے تھے۔

لوہے کی میز کے ذریعہ بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے، ان لوگوں کے اعتقاد کے مطابق جو شرائط تہران سے شائع مجلّہ میں بیان کئے گئے ہیں، وہ بے بنیاد ہیں اور خود اس موضوع کے تحت لکھے گئے مقالہ نگار کی معلومات اس سلسلہ میں کم ہیں بلکہ جو کچھ اسے معلوم ہے تنہا ایک نظریہ ہے اور دوسری زبانوں میں لکھے گئے مقالہ وغیرہ کا ایک اقتباس ہے، خود میں نے اسی فن میں چند افراد سے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی اطلاعات مقالہ نگار کی اطلاعات سے کہیں زیادہ ہے۔

۴۔ روحوں سے رابطہ کرنے والوں کا عقیدہ ہے کہ روحوں کو حاضر کئے جانے کا مسئلہ ریاضت، تمرین اور کافی معلومات کے ہونے سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ایک طاقت کی ضرورت ہے جو خود انسان کے وجود میں پوشیدہ ہے، یہ طاقت کسی میں کم تو کسی میں زیادہ ہوتی ہے، اسی وجہ سے ہر ایک روحوں سے رابطہ نہیں کرسکتا لیکن کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو اپنی طاقت کی بنیاد پر بڑی آسانی سے رابطہ کر لیتے ہیں۔

۵۔ روحوں سے رابطہ کرنے والے مختلف روحوں کو حاضر کرتے ہیں، کبھی بوعلی سینا کی روح تو کبھی آیۃ اللہ بر جردیؒ کی روح، یہاں تک کہ اپنے قرابتداروں کی روحوں کے علاوہ مسیحی پادری، چینی بت پرست اور شمر کی روح سے رابطہ کرتے ہیں اور ان سے

سوالات کے جو جوابات حاصل کئے جاتے ہیں وہ کبھی اہم اور کبھی فضول ہوتے ہیں جیسے کہ انہیں لوگوں میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں میز کے ذریعہ روحوں کو حاضر کرنے والا عمل انجام دے رہا تھا کہ اچانک ایک روح نے رابطہ کیا اور اپنا نام (ش، م، ر) بتایا تو میں نے سوال کیا کہ وہی شمر جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا؟

میز ہاں میں جواب دیتی ہوئی حرکت کرنے لگی۔

میں نے اس سے سوال کیا کہ اس وقت کیا حال ہے؟

اس نے حسب سابق جواب دیا کہ میں بہت اچھی ہوں تو پھر میں نے سوال کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے معاف کر دیا ہے۔

۶۔(غور کریں) کہ ان جلسوں میں شرکت کرنے والوں کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ میز کی حرکت ایک پوشیدہ طاقت کا نتیجہ ہے اور اس میں لوگوں کے ہاتھوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔

ان جلسوں میں کبھی تو ایسا ہوا ہے کہ میز کی حرکت معمول سے زیادہ سریع ہو جاتی ہے کہ حاضرین وحشت زدہ ہو جاتے ہیں، کیا یہ پوشیدہ عامل اور سبب وہی شخص ہے جو روحوں کو حاضر کئے جانے کا عمل انجام دے رہا ہے یا خود روحیں ہیں! اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، انہیں لوگوں میں سے ایک شخص جو اس سلسلہ کا بڑا حامی اور دلدادہ تھا اور پھر چند اسباب کی وجہ سے منکر ہو گیا تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ انسانی وجود میں نہفتہ ہے لیکن کچھ حضرات روحوں کو میز کی حرکت کا عامل بتاتے ہیں (مصنف: میں اپنا عقیدہ بعد میں بیان کروں گا)

۷۔(اور بھی غور کریں)روحوں کو حاضر کئے جانے کا عمل کرنے والوں اور خود شرکت کرنے والوں کا عقیدہ ہے کہ جو جوابات روحوں کی جانب سے حاصل ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ صحیح نہیں ہوتے کبھی تو اس طرح واقعیت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ جس سے حیرت کی انتہا نہیں رہتی لیکن بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ سو فیصد واقعیت کے خلاف ہوتا ہے جو لوگوں کی وحشت کا باعث بن جاتا ہے، اسی وجہ سے اس مسئلہ پر ان لوگوں کے درمیان شدید اختلاف ہے۔

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ روحیں جس طرح اپنی طہارت وغیرہ کے سلسلہ میں اظہار کرتی ہیں ویسا کچھ نہیں ہے بلکہ حاضر ہونے والی بعض روحیں شریر اور اس جہان کے پست مقامات کی مالک ہوتی ہیں، ہمیشہ حقیقت کے مطابق جواب دینے کی پابند نہیں ہوتیں یا یہ کہ جو کچھ انہیں معلومات حاصل ہیں وہ ایک ضعیف اور ناقص اخبار پر مشتمل ہے اور بعض حضرات روحوں سے کامل رابطہ نہ ہونے کو اس کا سبب مانتے ہیں اور کچھ افراد ہمیشہ ملنے والے جوابات کو صحیح نہ ہونے کے اسباب وعلل سے بے خبری کا اظہار کرتے ہیں۔

۸۔وہ جوابات جو روحوں کی جانب سے موصول ہوتے ہیں وہ عمومی اور کلی ہوتے ہیں جو کسی بھی مطلب پر تطبیق کی صلاحیت رکھتے ہیں.جیسے (اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے. کامیاب ہو جاؤ گے.آپ کے باپ کی روح آپ سے راضی ہے .فلاں عمل خیر انجام دیں)اور بھی ایسی ہی خبریں جو روحوں کی طرف موصول ہوتی ہیں، اس سلسلہ میں بعض حضرات کا نظریہ ہے کہ روحوں کی طرف سے خصوصی پیغامات ملتے ہیں جس سے ہر ایک باخبر نہیں ہوتا لیکن یہ مسلم نہیں ہے۔

۹۔روحوں کو حاضر کئے جانے کے جلسات کے برگزار کرنے والوں کا عقیدہ ہے کہ روحوں سے رابطہ کا مسئلہ بہت سے غیر دیندارروں کو دیندار اور بدکرداروں کو با اخلاق بنانے اوران کے رفتار وکردار میں کافی تبدیلیوں کے ایجاد کا باعث ہوا ہے لیکن بعض افراد کا کہنا ہے کہ یہ مسئلہ اب مصیبت ساز ہو گیا ہے کہ بعض حضرات روحوں سے رابطہ کے ذریعہ اپنے دشمنوں پر ناروا تہمتیں لگانے کی جرأت پیدا کر لیتے ہیں یا اپنے گذشتہ اقرباء کی روحوں کا اپنے دشمنوں سے گلہ کرنا اسی جیسے دوسرے پیغامات کے ملنے کا دعویٰ کرنا اور ایک نئی دشمنی کے آغاز کا باعث ہے۔

یہ ہیں وہ باتیں جسے ایسے جلسات کے برگزار کرنے والوں سے گفتگو کے ذریعہ معلوم ہوتی تھیں۔

روحوں سے رابطہ کے جلسات میں میرے مشاہدے

میں نے آپ لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ جو کچھ روحوں کو حاضر کئے جانے کے جلسات میں مشاہدہ کیا ہے اسے بعینہ بیان کروں اوراس کی قضاوت آپ کے حوالہ کروں،روحوں کو حاضر کئے جانے والے جلسات میں میرا حاضر ہونا شاید ایک عملی اور دینی ضرورت یا واجب کفائی کے عنوان سے تھا۔

مجھے سبزوار میں دوستوں نے ایک متقی اور باایمان جوان سے ملاقات کرائی جو میز کے ذریعہ روحوں کو حاضر کرنے میں بڑا ماہر تھا اور بااعتماد لوگوں میں سے شمار ہوتا تھا لہٰذا میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایک رات روحوں کو حاضر کئے جانے والے مقام پر حاضر ہو گیا، یہ جلسہ خصوصی تھا اوررات کے گیارہ بج رہے تھے۔

لیکن کیوں شب وروز میں یہ گھڑی معین کی گئی؟

بعض لوگوں کے قول کے مطابق تجربہ نے یہ بات ثابت کی ہے اور شاید خود روحوں نے خبر دی ہے کہ رابطہ کرنے کے لئے بہترین گھڑی رات میں بارہ بجے اور صبح میں ظہر سے دو گھڑی پہلے سے خود ظہر تک ہے،ان اوقات کے علاوہ کوئی دوسرا وقت مناسب نہیں ہے اس لئے کہ روحوں کی زحمت کا بھی باعث ہے۔

بہر حال جس مکان میں ہم لوگ حاضر ہوئے تھے اس میں وہ میز بھی تھی لیکن اس جوان نے ایک دوسری میز انتخاب کی جو چھوٹی، مستطیل اور وزنی تھی ،اس کے بعد وہ جوان میز کے پاس کرسی پر اس طرح بیٹھ گیا کہ پوری میز اس کی دسترس میں تھی اور پھر اپنے ہاتھوں کو میز پر رکھ دیا۔

حاضرین نے اس جوان کا ساتھ دیتے ہوئے روحوں کی خوشنودی کی خاطر سورۂ حمد اور ایک دوسرے سورہ کی تلاوت کی (ہم نے گزشتہ صفحات میں بیان کر دیا ہے کہ سورۂ حمد پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے) اور اپنی آنکھوں کو میز پر گاڑ دی ، ہماری نظریں اس جوان اور میز پر گڑی ہوئی تھیں، اسی عالم میں اس جوان نے آہستہ سے کہا کہ رابطہ کرو، میں التماس کرتا ہوں رابطہ کرو (ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ خاص روحوں سے رابطہ کرنا چاہتا تھا)

پھر وہ میز تھوڑی سی حرکت میں آئی ،اس جوان نے دوبارہ کہا کہ اپنا رابطہ اور قوی کرو.....۔

اچانک اس جوان کی طرف کے میز کے دو پایہ ۲۰ سینٹی میٹر بلند ہوئے (حاضرین میں سے ایک کو شک ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ میز ہاتھوں کے فشار کی وجہ سے اٹھی ہے اور اس کا شک بھی بجا تھا لیکن حاضرین نے کہا کہ ہاتھوں کے فشار کی وجہ سے نہیں ہے

بلکہ خود بخود اس کے پایہ بلند ہوئے ہیں لیکن حقیقت جو بھی ہے ہمیں نہیں معلوم،صرف میز کی حرکت کے ذریعہ معلوم ہوا کہ کوئی روح حاضر ہوئی ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے مرتبط روح کی پہچان، اس کا اپنا انداز اور مطالب کو منتقل کرنے کی روش کو بیان کرنا بہتر ہے۔

یہ قضیہ کچھ اس طرح ہے کہ اس جوان نے الفباء کو گننا شروع کیا، جس حرف پر بھی میز کے پایہ بلند ہوتے اس حرف کو حاضرین میں سے دو حضرات نوٹ کر لیتے اور دوبارہ میز کے پائے شدت سے زمین سے ٹکراتے، اسی طرح روح کی طرف سے دیئے گئے پیغامات نوٹ ہوتے گئے۔

بہت جلد ہمیں معلوم ہو گیا کہ مرتبط روح (ب.ر.ج.ر.د.ی) یعنی مرحوم آیت اللہ بروجردیؒ کی روح ہے، اس کے بعد میز کی حرکت سے معلوم ہوا کہ وہ روح کوئی پیغام دینا چاہتی ہے اور وہ پیغام میرے پاس موجود ہے جو بعینہ اس طرح ہے (ق ال ول ل ہ رت ع ال ی ق ول دل اال ہ ال ی ال ل ہ ت ف ل ہ و) ان حروف کی ترکیب سے یہ مطلب سامنے آیا ﴿قال اللّٰہ تعالیٰ !قولوا لا الہ اللّٰہ تفلحوا﴾ لیکن جب ہم نے غور سے ان حروف کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ پیغام غیر واضح اور نادرست ہے؛

اولاً: یہ کہ اس کے حروف جملہ سے پوری طرح مطابقت نہیں کرتے۔

ثانیاً: یہ کہ عربی میں ہمیشہ واو جمع کے بعد الف لکھا جاتا ہے لہٰذا (قولوا) اور (تفلحوا) کے بعد پیغام میں الف کو ہونا چاہئے تھا جو نہیں ہے۔

ثالثاً: (تفلحوا) ''ح'' سے لکھا جاتا ہے لیکن پیغام میں ''ھ'' سے لکھا ہوا ہے جو مرحوم آیت اللہ بروجردیؒ سے بعید ہے اس لئے کہ وہ اپنی علمی عظمت کے علاوہ ادبیات میں

یدطولانی رکھتے تھے لیکن پہلے اعتراض کو یہ سمجھتے ہوئے رد کر دیا گیا کہ شاید پیغام کو دریافت کرنے میں خطا ہوئی ہے اور دوسرے اعتراض کو اس طرح رد کر دیا گیا کہ تلفظ کرتے وقت جمع میں الف پڑھا نہیں جاتا اور تیسرے اعتراض کو بھی یہ کہتے ہوئے رد کر دیا گیا کہ اس جوان نے پیغام کے آخری حصہ کو القاء کی بنیاد پر لکھوایا تھا (القاء یعنی کبھی روحوں سے رابطہ کرنے والے احساس کرتے ہیں ہیں کہ ان پر القاء ہو رہا ہے، اس دوران میز کی حرکت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس پر پے در پے حروف القاء ہوتے ہیں اور وہ انہیں بلند آواز کہتا ہے جسے نوٹ کرلیا جاتا ہے)

ان تمام نکات سے چشم پوشی کی جاسکتی تھی لیکن اس کے باوجود ایک نکتہ ایسا تھا کہ جسے اتنی آسانی سے رد نہیں کیا جاسکتا تھا.اور وہ یہ ہے کہ(**قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا**) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے لہٰذا قال "رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا چاہئے تھا جب کہ "قال اللہ" کہا گیا ہے، ایسا اشتباہ کرنا آقا بروجردیؒ کی روح سے غیر ممکن ہے.اس اعتراض کے مقابلہ میں ہمیں حق دیا گیا کہ ہم اس رابطہ کے سلسلہ میں شک کریں......

اس کے بعد ہم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ آیت اللہ بروجردیؒ کی روح سے کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں تو میں نے کہا کہ البتہ آپ ان سے سوال کریں کہ حوزہ علمیہ کا مستقبل کیسا ہے۔

(اس لئے کہ ان ایام میں چند اسباب کی وجہ سے ہم لوگ بہت پریشان تھے) دوبارہ رابطہ ہوا اور جواب ملا لیکن جواب کلی تھا، جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ جواب ہر ایک کو معلوم تھا، چونکہ میں اس کلی اور مبہم جواب پر قانع نہیں تھا لہٰذا میں نے ان سے کہا کہ آیت اللہ بروجردیؒ اور ہمارے درمیان وہ خصوصی روابط جس سے کوئی

دوسرا آگاہ نہ تھا، باخبر کریں تا کہ ہمیں یقین ہو جائے کہ وہ روح اپنے قول میں صادق ہے لیکن نامعلوم اسباب کی وجہ سے رابطہ منقطع ہو گیا اور ہم اس سوال کے جواب سے محروم رہے۔

اس کے بعد حسب سابق دوبارہ میز متحرک ہوئی اور رابطہ کے ہونے ہونے کی خبر معلوم ہوئی، مرتبط روح سے سوال کیا گیا: کیا تم آیت اللہ بروجردیؒ ہیں کی روح ہو؟

میز تو متحرک نہیں ہوئی لیکن یہ جواب ملا ''ف ق ی ہ'' یعنی معلوم ہوا کہ مرحوم فقیہ سبزواریؒ کی روح سے رابطہ ہوا ہے. ہمارے دوبارہ سوال سے پہلے انھوں نے یہ پیغام دیا جو بعینہ یہ تھا ''بہتر تھا کہ آپ لوگ رسالہ کو اس طرح منتشر کرتے کہ جسے حاصل کرنا تشنہ جوانوں کے لئے آسان ہوتا'' (یہ پیغام بھی مبہم تھا) لیکن ہم نے اپنا پہلا سوال دہرایا اور آیۃ اللہ بروجردیؒ کی روح سے رابطہ کرنے کے لئے کہا لیکن تمام سعی وکوشش کے باوجود رابطہ کرنے سے محروم رہے۔

انھیں لحات میں دوبارہ میز حرکت میں آ گئی اور کسی دوسری روح کے مرتبط ہونے کی خبر معلوم ہوئی جب اس سے سوال کیا گا کہ، اپنے کو پہچنواؤ تو جواب ملا: ''ژرژ ہا کوپیان''...! بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ایک مسیحی پادری کی روح ہے جو اس سے پہلے کئی مرتبہ حاضر ہو چکی ہے اور اسی کے بقول وہ اپنی عمر کے آخر ایام میں مسلمان ہو چکا تھا اور ایک باتقویٰ انسان تھا۔

اس نے بھی پیغام دیا (م س ی ت ع اق ب ت ش ک س ت م ی خ ور د) یعنی مسیحیت آخر کار شکست سے دوچار ہو گی (یہ جواب بھی کلی تھا)۔

اس کے بعد پھر ہم نے وہی سوال دہرایا اور آقائے بروجردیؒ کی روح سے رابطہ

کرنے کے لئے کہا اور خصوصی علامت مانگی لیکن رابطہ نہ ہوسکا، یہ لمحات بڑے حساس تھے ،ہم مصر تھے کہ اس روح کو دوبارہ حاضر کیا جائے اور وہ نشانی معلوم کی جائے لیکن وہ روح بھی حضور کے لئے امتناع کئے جارہی تھی، اچانک ماحول بدل گیا اور جو کچھ پیش آیا انشاء اللہ اسے آئندہ بحث میں ذکر کریں گے۔

روحوں سے رابطہ کے جلسہ کا نتیجہ

ہم گزشتہ بحث میں اس نتیجہ پر پہونچے تھے کہ اس جوان نے دعویٰ کیا تھا اس نے آیت اللہ بروجردیؒ کی روح سے رابطہ کیا ہے اور ان سے ایک پیغام بھی دریافت کیا ہے۔

ہم نے اپنے اطمینان اور تسلی کی خاطر کے لئے اس روح سے کوئی ایسی نشانی مانگی جو اس بات پر دلالت کرسکے کہ وہ روح اپنے قول میں سچی ہے لیکن ہمیں جواب نہ مل سکا اور پھر رابطہ نہ ہوسکا، ہر بار کوئی نہ کوئی روح دخل اندازی کرتی اور ہمارا سوال بدون جواب رہ جاتا، ہمارا اصرار تھا کہ کسی بھی حال میں آقائے بروجردیؒ کی روح سے رابطہ کیا جائے لیکن اب معلوم ہورہا تھا کہ وہ روح بھی رابطہ نہ کرنے پر مصر تھی اور اس روح کا انکار اور عدم حضور بھی ایک ایسے موقع پر تھا کہ جس سے انسان پوری طرح مشکوک ہوجائے، اب اس کے بعد جو کچھ ہوا توجہ کریں:

اس کے فوراً بعد ہی میز شدت سے متحرک ہوئی، معلوم ہوا کہ کسی سرگردان روح سے رابطہ ہوا ہے، حسب سابق اس اس سے بھی سوال کیا گیا تو یہ جواب ملا ''م ی س وزم'' (یعنی میں جل رہی ہوں)۔

دوبارہ اس سے سوال کیا گیا: تم کون ہو؟

جواب ملا کہ ''ج ی ن ک'' (جینک)۔

کہاں کی رہنے والی ہو؟

جواب ملا: ''ا ہ ل ت ب ت'' (تبت کی رہنے والی ہوں)۔

اس مقام پر اس کی نجات کے لئے حاضرین سے دعا کے لئے کہا گیا، خیر یہ مرحلہ بھی گزر گیا لیکن ہم اس کے باوجود مصر تھے کہ مرحوم آیت اللہ بروجردیؒ کی روح سے رابطہ کیا جائے، ہم نے صراحتاً یہ کہا کہ ان تین علامتوں میں سے کوئی علامت معلوم کی جائے:

۱۔ ان سے اس نشانی کے سلسلہ میں سوال کیا جائے کہ جس سے ہم اور وہ واقف تھے۔

۲۔ ہم ان سے ایک کلی سوال کریں گے اور وہ جواب عربی میں دیں گے اسلئے کہ آقای بروجردیؒ کا عربی پر تسلط تھا اور خود اس جواب کے بقول روحیں کسی بھی زبان میں پیغام دے سکتی ہیں لہذا ہم آقای برجردیؒ سے جواب کو عربی میں مانگ سکتے تھے۔

۳۔ میں اپنے ذہن میں ایک مطلب آمادہ کرتا ہوں اور وہ اس مطلب کو بیان کریں گے (اس لئے کہ ان لوگوں کا کہنا تھا روحیں انسانی ذہن کے مطالب بیان کرسکتی ہیں)

ان تمام سوالوں کے پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کسی بھی چیز کو دلیل کے بغیر قبول نہیں کرنا ہے، اس لئے کہ کسی چیز کو بغیر غور وفکر کئے ہوئے قبول کرنے سے نہ عقل راضی ہوتی ہے اور نہ ہی خدا راضی ہوتا ہے، اس کے بعد ایک اور حادثہ پیش آیا چونکہ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ جو کچھ اس جلسہ میں پیش آیا ہے اسے بیان کروں (وہ خواہ اچھے ہوں یا برے)

میز اچانک شدت سے لرزنے لگی، معلوم ہوا کہ کسی روح سے رابطہ ہوا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ روح کوئی مفصل پیغام دینا چاہتی ہے اور وہ بھی القاء کے ذریعہ نہ میز کی

حرکت کے ذریعہ (ہم نے القاء کا طریقہ پہلے بیان کر دیا ہے)۔

اس جوان نے بلا فاصلہ قلم اور کاغذ مانگا اور ایک معین مقام پر اپنی نظریں جما کر کہنے لگا کہ اب تم اپنا مطلب بیان کرو اور پھر لکھنا شروع کیا، گویا کوئی اسے املاء لکھوا رہا ہو، وہ پیغام بعینہ میرے پاس موجود ہے، اس ناشناس روح نے میرے نام ایک سخت پیغام دیا جو اس طرح ہے:

(ناصر شیرازی! ہمارے سلسلہ میں کیا خیال کرتے ہیں؟!) حالانکہ وہ خود صاحب عمامہ ہیں، کیا روح کے وجود یا ان سے رابطہ کے منکر ہیں، یہ اشتباہ نہ ہونے پائے کہ یہ عمل رابطہ کا ایک وسیلہ ہے نہ اس کو حاضر کرنے کا، آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس عمل کے لئے ریاضت کی ضرورت ہے، بعض مشرک افراد (ہندی مرتاض) اس عمل کو انجام دینے پر قادر ہیں لہذا امتحان اور آزمائش کا خیال دل سے نکال دیں ... میرے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ دلیل کے بغیر قبول کریں ... جو چیز نہیں معلوم ہے اس کے سلسلہ میں تحقیق کریں، اپنے بزرگوار اور دین کے راہنماؤں کی کتابوں کا مطالعہ کریں کہ جنہوں نے روحوں کے سلسلہ میں لکھا ہے اور وہ آپ زندوں سے اس طرح رابطہ کرتی ہیں)

یہیں پر رابطہ ٹوٹ گیا، پہلے تو مجھے اس روح کی ضد و نقیض باتوں سے بڑا غصہ آیا اور جو ناروا نسبتیں دی ہیں، اس سے متحیر ہوا کہ ایک طرف تو یہ کہہ رہی ہے کہ یونہی قبول نہ کرو، تحقیق اور مطالعہ کرو اور دوسری طرف یہ بھی کہہ رہی ہے کہ آزمائش اور امتحان کی فکر میں نہ رہو، اب میں متحیر تھا کہ ان میں سے کس چیز کو قبول کروں؟

اور یہ کیسی نسبتیں تھیں جس سے اس نے ہمیں منسوب کیا اور برا بھلا کہا، جب کہ میں نہ تو روح کا منکر تھا اور نہ ہی ان سے رابطہ کا بلکہ میں تو میز کے ذریعہ روحوں سے رابطہ

کے مسئلہ کو جاننا چاہتا تھا اور اس سلسلہ میں کی جانے والی باتوں کی حقیقت کی تلاش میں تھا۔

اسکے علاوہ میں نے حاضرین سے کہیں زیادہ اس موضوع کے تحت بزرگوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا، اس روح نے مجھ سے جس طرح بھی سخت کلامی کی وہ آپ سے کیا چھپانا لیکن اس کے باوجود میں پیچھے نہ ہٹا بلکہ اس شہر میں روح سے رابطہ کرنے والے جتنے افراد تھے، ان سب سے یہ کہہ دیا کہ اب اس کے بعد میرے لئے جو رابطہ کیا جائے گذشتہ شروط کے علاوہ میری دو شرطیں اور ہیں:

ا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ غصیلی روحوں سے رابطہ نہ کیا جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ان سے کہا جائے کہ وہ برا بھلا نہ کہیں، اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود میں نے اپنا سابق سوال دہرایا اور گذشتہ تین شرطیں بیان کیں، ایسے عظیم مطلب کو دلیل کے بغیر قبول کرنا عقل کا کام نہیں ہے۔

اس جوان نے شاید آج تک میرے جیسا ضدی انسان نہ دیکھا تھا، اس نے دوبارہ کوشش کی تا کہ آقای بروجردیؒ کی روح سے رابطہ ہو جائے، اسی اثنا میں میز حرکت کرنے لگی، جس سے معلوم ہوا کہ کسی روح سے رابطہ ہوا ہے۔

(روح سے خطاب ہوا) کیا کوئی پیغام ہے؟

میز حرکت میں آئی یعنی ہاں! لہذا پیغام الفباء کی روش کے ذریعہ حاصل کیا گیا، ''چ گ ون ہ اس خ ودراب ن م ای ان ی م'' (کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو ظاہر کر دوں)۔

یہ پیغام سنتے ہی حاضرین میں ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی، ہر ایک یہی سوچ رہا تھا کہ آخر روح کس طرح ظاہر ہوگی، کتنا اچھا ہے کہ ہم روح کو جسم مثالی میں دیکھ سکیں گے

اور ہمارے تمام شبہات اور ابہامات دور ہوجائیں گے اور اس طرح ہر ایک کو یقین ہوجائے گا۔

میں نے بھی روح کو دیکھنے کے لئے اپنے آپ کو یہ تلقین کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس ماحول کی تاثیر میں آجاؤں اور قدرت تخیل کے ذریعہ میری نظروں میں ایک خیالی چیز مجسم ہوجائے، بہرحال اس کے ظہور کا بڑی بے صبری سے انتظار کررہا تھا۔

اچانک اس جوان کی حالت بگڑ گئی، اس کی آنکھیں چھت کی طرف بندھ گئیں اور وہ چھت کے ایک گوشہ کی طرف دیکھنے لگا، ایسا معلوم ہورہا تھا کہ وہاں کوئی نور ہے جسے وہ دیکھ رہا ہے۔

اس کے بعد آہستہ سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اب تو اس کی حالت پہلے سے زیادہ متغیر ہوچکی تھی، اس نے اپنا سر میز پر رکھا اور چند لحظہ کے لئے خاموش ہوگیا، کچھ دیر سکوت کے بعد سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں، گویا معلوم ہورہا تھا کہ کسی گہرے خواب سے بیدار ہوا ہے یا کسی ہولناک خطرہ سے نجات پائی ہے، نہایت خستہ اور خشمگین تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کی حالت عادی ہوگئی، پھر ہم نے سوال کیا کہ آپ نے کیا دیکھ لیا جسے ہم نہ دیکھ سکے؟

اس نے جواب دیا: ایک محترم سید کو دیکھا کہ جن کی آنکھیں سرخ تھیں۔

سوال۔ کیا وہ آیۃ اللہ بروجردیؒ نہ تھے؟

جواب۔ نہیں

سوال۔ پھر وہ کون تھے؟

جواب۔ نہیں معلوم

اور اس طرح جلسہ کے اختتام کا اعلان کردیا گیا اور ہم آیۃ اللہ بروجردیؒ کی روح

سے خصوصی نشانی معلوم کرنے سے محروم رہے، اس وقت رات کے ۱۲ بج رہے تھے۔

اس وقت سے آج تک میرے ذہن میں یہ سوال باقی ہے کہ ایک روح جب اطمینان خاطر کے لئے متجلی ہونا چاہتی ہے تو کیا اسے ہمارے سامنے مجسم ہونا چاہئے تھا جو حقیقت کی جستجو میں ہیں یا اس شخص کے سامنے مجسم ہونا بہتر تھا جو روحوں سے رابطہ میں رہا کرتا ہے، ہر چیز کو دیکھتا ہے اور اسے مان چکا ہے؟

کیوں اس روح نے ہماری رعایت نہیں کی اور ہم کہ جو تحقیق کے لئے حاضر ہوئے تھے ہماری آنکھوں کے سامنے حاضر نہ ہوئی؟

کیوں آیۃ اللہ بروجردیؒ کی روح ہمارے اتنے اصرار کے باوجود حتی ایک نشانی کے دینے اور رابطہ کرنے سے پرہیز کرتی رہی؟

روحوں سے رابطہ کرنے والے کیوں ایسے نازک حالات میں شانہ خالی کر جاتے ہیں اور کیوں ان کی حالت بگڑ جاتی ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے جوابات سے ہم محروم رہے، اب قضاوت آپ کے حوالہ ہے، یہ وہ موارد ہیں جو اس رابطہ کو مشکوک اور علمی اساس سے برخوردار نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اس رابطہ کے مشکوک نکات

اس مقام پر علناً یہ کہنا مناسب ہے کہ روحوں سے رابطہ جسے ہم آئندہ دلائل کے ساتھ بیان کریں گے، امکان پذیر ہے اور اس کے انکار کے لئے کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس رابطہ کے لئے خاص مقدمات کا مہیا ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح دیگر امور کے لئے مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کہ مہارت کے بغیر روحوں سے رابطہ

کرنا غیر ممکن ہے۔

فی الحال ہماری گفتگو سستی میز کے سلسلہ میں ہے، جو بھی چاہے کسی بھی قید و شرط کے بغیر (عالم ارواح سے رابطہ کے لئے کم قیمت اینٹینے) کو اپنے گھر کے لئے خرید سکتا ہے، وقت بے وقت عالم ارواح سے رابطہ کر سکتا ہے اور بڑی آسانی سے بلکہ معمولی میڈیکل میں ڈاکٹر کے پاس جانے سے بھی زیادہ آسان (مرحوم بوعلی سینا) کی روح سے رابطہ کر سکتا ہے، بال بچوں بلکہ گھر کے تمام افراد کے لئے ویزیٹ کے بغیر ابن سینا سے نسخہ دریافت کر سکتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اسے ایک بازیچہ اور حقیقت سے بہت دور صرف ایک کھیل سمجھتے ہیں، مخصوصاً آج کے دور میں اور ہی زیادہ مصیبت ساز ہوگیا ہے، یہ انتقام کے لئے ایک خطرناک وسیلہ، اپنے عقائد اور مسلک کو ثابت کرنے کا ذریعہ اور دوسروں پر تہمت لگانے کا ہتھکنڈہ بن چکا ہے، یہ میز بھی دوسری چیزوں کی طرح غرب کا ایک نیا ہدیہ ہے جسے ان کے رسالے اور مجلّات سے اخذ کیا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کھیل ۱۲۰ سال پہلے امریکہ میں بڑے زور وشور سے شروع ہوا اور آج ہمارے چند غرب زدہ مجلّات کے ذریعہ (تناسخ کے مسئلہ کے ساتھ اس میز کو رواج دے رہے ہیں، اس دور میں یہ کھیل اپنے جن مراحل سے گذر رہا ہے، اسے جاننے کے لئے ایک نامعلوم شخص (معذرت چاہتے ہوئے) کے خط کو ذکر کرتے ہیں کہ جس کے بعد عمومی دعوت نامہ موصول ہوا:

''ہم بھی اس میز کے ذریعہ اسی طرح روحوں سے رابطہ کرتے ہیں کہ جو طریقہ آپ نے (لوہے کی کیل کے بغیر...) اپنے مجلّہ میں ذکر فرمایا لیکن ہم میں اور دوسروں میں فرق

یہ ہے کہ جب روحوں سے رابطہ ہوجاتا ہے تو قلم کو لے کر اسکی نوک کو کاغذ پر رکھ دیتے ہیں یہ قلم متوفّی کی روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے اور اس طرح ہمارے سوالات کے جوابات مل جاتے ہیں لیکن یہ تمام حروف متصل ہوتے ہیں اور کبھی روح سے رابطہ کے دوران کوئی دوسری روح خلل ایجاد کردیتی ہے۔

مثلاً ہم نے جب اپنے رشتہ داروں میں سے کسی ایک سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو وہ میز حرکت میں تو آئی لیکن مرتبط روح کوئی اور تھی اور مندرجہ ذیل سوالات و جوابات ردوبدل ہوئے:

سوال: تم کون ہو؟

جواب: میں ایک اردنی فوجی ہوں جو چھ روزہ جنگ میں مارا گیا تھا۔

سوال: کیا تمہاری قبر ہے اور اگر ہے تو کہاں ہے؟

جواب: میری کوئی قبر نہیں ہے۔

سوال: ہم سے تم کیا چاہتے ہو؟

جواب: مجھے آپ لوگوں سے خیرات چاہئے۔

سوال: ہم تمہارے لئے کیا خیرات کریں؟

جواب: شکر اور پنیر۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے اس روح کے لئے شکر اور پنیر خیرات کی اور دوبارہ اس سے رابطہ کیا۔

سوال: کیا وہ خیرات تم تک پہنچ گئی ہے جسے ہم نے تمہارے لئے بھیجی تھی؟

جواب: ہاں شکریہ۔

سوال: کیا تم ہم سے اظہار تشکر نہیں کرو گے؟

جواب: اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ کاغذ پہ کوئی چیز ابھری اور جب رابطہ منقطع ہوا تو دیکھا کہ اس نے اپنی تصویر فوجی سلام دیتے ہوئے کھینچی ہے... [۱]

میز کیوں حرکت کرتی ہے؟

اب اس کے بعد میز کے سلسلہ میں تجزیہ وتحلیل کرتے ہیں۔

میز کی حرکت کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کسی بھی قدرت کے بغیر حرکت کرتی ہے جب کہ میز کی حرکت کے لئے ایسا لگتا ہے کہ یہ حرکت اس شخص کی فکری تمرکز اور خود بخود اس کے ہاتھوں کے اعصاب پر فکری قوت کے اثر کا نتیجہ ہے۔

یعنی ایک یا چند اشخاص جو میز پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں، اپنے تمرکز اور خاص مطلب کی طرف توجہ اور ایک خاص جواب حاصل کرنے کے نتیجہ میں ان کی باطنی طاقت خود بخود ان کے ہاتھوں کے اعصاب پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس طرح میز حرکت میں آتی ہے، اسی وجہ سے لوگوں کا خیال ہے کہ میز خود بخود حرکت کرتی ہے لہٰذا میز کی حرکت غالباً شخص یا اشخاص کی طرز فکر، تمایلات کی نوعیت کے موافق ہوتی ہے نہ اس روح کے موافق کہ جس سے رابطہ کے وہ مدعی ہوتے ہیں، اسی طرح کاغذ پر قلم کی حرکت اسی سبب کا نتیجہ ہے مثلاً جب کوئی شخص شب معراج اپنے مردوں کے لئے شکر اور پنیر خیرات کرتا ہے تو وہ تصور کرتا ہے کہ عربی فوجی کی روح بھی شکر اور پنیر مانگ رہی ہے۔ (اگر چہ اس طرح خیرات کرنا وہ بھی شکر اور پنیر کی صورت میں ان کے درمیان رائج نہ ہو)

۱۔ اس کے باوجود آپ کہیں کہ عرب حق شناس نہیں ہوتے (وہ فوجی) شکر اور پنیر کے لئے فوجی سلام دے رہا ہے اور اس طرح اس نے اظہار تشکر کیا۔

ایسی نامعلوم تاثیر کے نمونہ بہت ہیں جیسے کہ بہت بار ایسا ہوا ہے کہ کبھی خط کے لکھتے وقت یا گفتگو کے دوران توجہ نہ ہونے کی وجہ سے کسی مخصوص فرد کا نام لینے کے بجائے کسی اور کا نام زبان پر آجاتا ہے کہ جو ہماری نظروں میں محبوب ہے اس لئے کہ یہ نامعلوم ضمیر اور غافل ہاتھوں کے اعصاب اور زبان پر اثر کرتی ہے اور اس طرف لے جاتی ہے کہ جو ہماری چاہت کے موافق ہے۔

یہ حالت بچوں اور کمسن لوگوں میں زیادہ پیش آتی ہے، اسی وجہ سے اکثر لوگ یہ رابطہ انہیں کمسن لوگوں کے ذریعہ انجام دیتے ہیں۔

میں میز کے حامیوں سے یہی کہتا تھا کہ جب کوئی روح آپ لوگوں سے رابطہ کرتی ہے تو کیا اس میں اتنی قدرت نہیں ہوتی کہ وہ اتنی ہلکی میز کو آپ لوگوں کے ہاتھ رکھے بغیر متحرک بنادے؟

کیا روح اپنی اتنی عظیم قدرت کے باوجود ایسے معمولی عمل سے عاجز ہے؟

آپ لوگ اپنا ہاتھ اٹھالیں اور روح سے کہیں کہ وہ خود میز کو حرکت دے...لیکن ان لوگوں میں سے ہر ایک کا یہی عقیدہ ہے کہ جب تک میز پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا اس وقت تک وہ میز حرکت نہیں کرسکتی، یہ بڑا عجیب مسئلہ ہے۔

قابل توجہ تو یہ نکتہ ہے کہ جو کچھ مرتاض اور (اسپریتیسم) کے اساتید کے بارے میں نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ لوگ روحوں کے ذریعہ ہاتھوں کے رکھے بغیر ایسی میز کو متحرک بنانے کے علاوہ اس سے بھی عجیب اور حیرت انگیز امور انجام دے سکتے ہیں۔

اسی طرح انشاء اللہ آئندہ بیان کریں گے کہ بہت بار ایسا ہوا ہے کہ روح سے رابطہ کرنے والوں کو دست بستہ پنجرہ میں بند کرکے انہیں کسی بھی حرکت سے روک دیا

گیا، اس کے باوجود وہ روحوں سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن میز کے ذریعہ روح سے رابطہ کرنے والے تنہا میز کے ذریعہ یہ عمل انجام دے سکتے ہیں اور وہ بھی یہ رابطہ اس میز پر ہاتھ رکھے بغیر ممکن نہیں ہے اور خود میز کے دو پایوں کا بلند ہونا اس کو گھمانے سے کم نہیں ہے، خود میں نے آزمائش کی اور دیکھا کہ ہاتھوں کو زور دے کر میز کے دو پایہ بلند کئے جا سکتے ہیں۔

روحوں کا پیغام

اب جب کہ میز کی حرکت کا سبب ایک حد تک واضح ہو گیا ہے کہ جس کے لئے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اسے روحیں حرکت میں لاتی ہیں، اب روحوں سے ملنے والے پیغامات کے بارے میں بحث کرتے ہیں، وہ پیغامات جو میز کے ذریعہ روحوں کی طرف سے ملتے ہیں، اس سلسلہ میں جس نتیجہ تک ہم پہنچے ہیں، کسی بھی صورت میں قابل اعتماد اور علمی اساس سے برخوردار نہیں ہے، اس لئے کہ ان پیغامات میں ایک بنیادی عیب یہ ہے کہ یا وہ پیغامات کلی ہیں کہ جس کے لئے زندگی میں بہت سے مصداق مل سکتے ہیں یا ایسے مسائل سے متعلق ہیں کہ جس کی نفی و اثبات کے لئے کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔

وضاحت

ہر شخص اپنی زندگی میں متعدد ناکامیوں اور کامیابیوں سے روبرو ہوتا ہے جیسے امتحانات، درسی مسائل تجارتی، سیاسی انتخابات، شادی بیاہ اور دوستانہ تعلقات، اسی طرح اور بھی مثالیں ہیں کہ جس میں انسان شکست اور کامیابی کا سامنا کرتا ہے۔

ایسا شخص ایک ایسی مجلس اور جلسہ میں حاضر ہو جس میں ایک شخص عمداً میز کے پاس

بیٹھا ہو یا القاء ات کے ذریعہ روحوں سے ارتباط کا دعوی کر رہا ہو، اگر اس شخص سے کہا جائے کہ فلاں روح سے رابطہ کیا جائے اور کوئی پیغام اس شخص کے نام حاصل کیا جائے تو پیغام مثلاً اس طرح ملتا ہے:

''آپ کی ہونے والی شکست ناراحتی کا سبب نہ بنے، یہ شکست ایسی ہے کہ جس کا جبران ہوسکتا ہے'' یا یہ کہ وہ روح اس طرح پیغام دیتی ہے ''اپنی کامیابی کو ہاتھ سے جانے نہ دینا''۔

عام لوگ ایسی باتیں سن کر بڑا تعجب کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ روح نے ان کے دل کی بات کہہ دی ہے حالانکہ یہ پیغام کلی ہے جو ہر ایک پر صادق آسکتا ہے۔

لیکن یہ تو آپ ہیں جو اسے کسی خاص حادثہ پر تطبیق دے رہے ہیں جو آپ کے ذہن میں ہے اور سوچتے ہیں کہ روح نے ایک مخصوص حادثہ کی خبر دی ہے حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

یا یہ کہ ہم میں سے ہر ایک نے اپنی عمر میں دوستوں اور قرابتداروں کی خدمت کی ہے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ہم نے جس کی خدمت کی ہے اس نے ہماری خدمت کو خدمت نہیں سمجھا اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیا، ایسے ناگوار حوادث ہمارے ذہن کے گوشہ گوشہ میں پائے جاتے ہیں، اچانک کوئی پیغام دیتا ہے کہ فلاں روح نے آپ کے نام یہ پیغام بھیجا ہے: ''آپ نے کسی کے ساتھ نیکی کی ہے لیکن وہ آپ کے لئے بدی کرتا ہے لہذا وہ اپنے اس عمل کا انجام ضرور دیکھے گا''

فوراً آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ رابطہ کا مدعی شخص آپ کے باطن کی خبر دے رہا ہے، پس آپ انجام کے منتظر ہو جاتے ہیں۔

یا یہ کہ روح سے رابطہ کرنے والا یہ کہتا ہے ''آپ کے باپ کی روح حاضر ہے اور کہہ رہی ہے کہ میں تم لوگوں سے راضی ہوں، میرے لئے خیرات بھیجو''

اس صورت میں یہ واضح ہے کہ ایسے مطالب کے اثبات وانکار کیلئے کوئی راستہ باقی نہیں بچتا کہ کیا واقعاً میرے والد مجھ سے راضی ہیں یا ناراض، اب میں خود اس پیغام کا ایک حصہ آپ کے لئے نقل کرتا ہوں جسے میرے ایک دوست نے میرے لئے حاصل کیا تھا جو اس کی لکھی ہوئی عبارت ہے:

اس کا بیان ہے کہ جب میں نے روح سے رابطہ کیا تو اس نے آپ کے نام یہ پیغام بھیجا:

''ان کے پاس ایک ایسی چیز ہے جسے وہ بہت چاہتے ہیں اور انہوں نے کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیا جو ان کے پاس آیا تھا، جب کہ وہ خدا کی رضایت کا باعث ہے، جس نے انہیں اس حد تک اپنی طرف جذب کرلیا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے''

آپ کو خوب معلوم ہے کہ کلی گوئی روحوں سے رابطہ کی دلیل نہیں بن سکتی، اسلئے کہ ہر شخص کسی نہ کسی چیز کو حد سے زیادہ چاہتا ہے اور مراجعین میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے سوالات جواب کے بغیر رہ جاتے ہیں، اگرچہ ان کے سوالوں کے جواب دینا بہتر ہے۔

الغرض میں جب بھی ایسی مبہم اور کلی باتوں کو سنتا ہوں تو قدیمی فال گیروں کی یاد آجاتی ہے (شاید ابھی بھی وہ فال گیر موجود ہوں) جو چند چنوں کے دانوں کے ذریعہ انسان کی گذشتہ اور آئندہ زندگی کی خبریں دیتے تھے، چنے کی چند عدد دانے زمین پر اسے ڈالنے کے بعد غور سے دیکھتے تھے اور پھر اس طرح خبریں دینا شروع کرتے تھے:

''تمہارے پڑوس میں ایک قد بلند انسان ہے کہ جس سے تمہیں بچنا ہوگا، چند دنوں پہلے تم کسی حادثہ کا شکار ہونے والے تھے لہذا کوشش کرنا کہ آئندہ ایسے حوادث پیش نہ آئیں، آئندہ ہفتہ کے آخر میں تمہیں کوئی خوش خبری ملے گی اور اگر آئندہ ہفتہ کے آخر میں نہ ملی تو آئندہ مہینوں میں وگرنہ اس سال کے آخر میں ضرور کوئی نہ کوئی خوش خبری ملے گی، تم بچپنے میں کسی خطرناک بیماری میں گرفتار ہو چکے ہو جس سے تمہیں بہت اذیت ہوئی تھی، اپنے اسرار ہر ایک سے بیان نہ کرو، اچھے خواب دیکھو، تمہارا کوئی مسافر سفر میں ہے جو بہت جلد واپس لوٹ آئے گا، بعض مشکلات کی وجہ سے زیادہ غصہ نہ کیا کرو کہ یہ مشکلات آہستہ آہستہ حل ہو جائیں گی''۔

ان جملوں کو سن کر عام حضرات متحیر ہو جاتے ہیں کہ کیونکر ایک فالگیر نے چار عدد چنوں کے ذریعہ ان کی زندگی کے آئندہ حوادث یہاں تک کہ اس کے خوابوں کے علاوہ مسافروں کی خبر دے رہا ہے، حالانکہ مقام حیرت نہیں ہے اس لئے کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی عزیز سفر میں رہتا ہے اور وہ اچھے برے خواب بھی دیکھ لیا کرتا ہے نیز بچپنے میں وہ پوری طرح سالم نہ رہا ہوگا بلکہ ضرور وہ بیمار ہوا ہوگا، اس کے پڑوسی بھی قد کوتاہ نہیں ہیں اسے بعض باتوں پر غصہ آیا ہوگا اور مشکلات کے پیش آتے وقت اس کے حل ہونے کا امید وار بھی رہا ہوگا یا یہ کہ ہم کلینڈر کے حاشیہ میں پڑھتے ہیں:

''ستاروں کی وضعیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ٹھنڈی ہوائیں چلیں گی، ہواؤں کا رخ بدلے گا، بعض شہروں اور پہاڑوں پر برف باری ہوگی، بعض شہروں میں نئے حوادث رونما ہوں گے اور دنیا کے ممالک میں سے کسی ایک ملک میں کسی بزرگ شخص کی وفات ہوگی، کپڑوں کے بازار کی رونق اور گوشت و چربی کے بازاروں میں گرمی ہوگی''۔

یا فصل بہار کے سلسلہ میں اس طرح لکھا ہوتا ہے:

''ستاروں کی کیفیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہوا متعادل ہوگی ، مناسب بارشیں ہوں گی بلکہ بعض شہروں میں سیلاب کا بھی امکان ہے،لوگ سیر وتفریح کریں گے ،بعض ممالک ایک دوسرے سے اختلاف کریں گے اوران میں بدعتوں کا رواج ہوگا، بعض پیشہ وروں کے حالات کے سدھار کے علاوہ بعض آفتوں کی وجہ سے اناج کی تباہی کی پیش بینی لکھی ہوتی ہے۔

ناگفتہ آشکار ہے کہ ایسے اخبار کی پیش بینی کرنے کے لئے سیاروں کی کیفیت اور انہیں زحمت وکوشش کے ذریعہ رصد کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ روزمرہ سال اورزمین کے اوضاع کا مطالعہ کرنے کے ذریعہ ایسے حوادثات کے رونما ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

پس کس قسم کے پیغامات اطمینان بخش ہیں؟

اس سوال کا جواب واضح ہے، پیغام خصوصی مسائل کی تمام جزئیات کو بیان کرے اورابہام آمیزی سے پرہیز کرے ۔

اس کے علاوہ آپ اپنے چند دوستوں کے نام کوذہن میں لائیں، ان کے اسماء ایسے ہوں جوزیادہ مانوس نہ ہوں ،اگر روحوں سے مرتبط شخص ان اسماءکوبعینہ آپ کے ذہن سے پڑھ دے تو پھراس صورت میں اس کے دعویٰ کوایک حدتک صحیح مانا جاسکتا ہے۔

یا جیسے آپ اپنے ٹیلیفون کی ڈائری میں بعض لوگوں کے ٹیلیفون نمبر علامت کے ساتھ نوٹ کرتے ہیں اوران کے اسماء نہیں لکھتے ہیں ، اگر رابطہ کا مدعی شخص پوری طرح ٹیلیفون نمبروں کواس کے مالکین کے اسماء کے ساتھ بیان کردے تو وہ اپنے دعوے میں سچا ہے اورنشانی حاصل کرنے سے بھی ہمارا مقصود یہی ہے، ایسی علامتیں اورنشانیاں کہ جن

سے عام افراد آ گاہ نہیں ہوتے اگر کوئی ایسی نشانی بیان کر دے تو اس کے دعویٰ کو اہمیت دی جاسکتی ہے وگرنہ کلی باتوں کا ذکر کرنا علمی اہمیت کا حامل نہیں ہوسکتا۔

علم اسپریتسم

یہاں تک ہماری گفتگو میز اور اسکے ذریعہ روحوں سے رابطہ کرنے والے حضرات کے بارے میں تھی اور امیدوار ہوں کہ ان عبارتوں کو پڑھنے والے حضرات نے اس بات کا یقین کرلیا ہوگا کہ یہ لوگ اپنے دعوے میں پوری طرح سچے نہیں ہیں، میز کے ذریعہ روحوں سے رابطہ کرنا بنیادی طور سے باطل ہے، اب اس کے بعد روحوں سے رابطہ کو اس کے تمام جوانب کے ساتھ مورد بحث قرار دیتے ہیں۔

علمی اصول کی بنیاد پر روحوں سے رابطہ کا مسئلہ مختلف زاوئے سے قابل بحث ہے ،اس موضوع کے تحت غربی وشرقی دانشمندوں نے بے شمار تحقیقات پیش کی ہیں اور دائرۃ المعارف کے متعدد صفحات اس بحث سے مخصوص ہیں۔

اس علم کے ماہرین نے اس راہ میں حیلہ گری سے بچتے ہوئے مسلسل ریاضتوں، بے شمار آزمائشوں کے ذریعہ جہان ارواح کے مرموز نکات سے پردہ برداری کی ہے اور نزدیک سے ان کے ذریعہ انجام پانے والے حیرت انگیز عجائبات مشاہدہ کئے ہیں۔

بیسویں قرن کی دائرۃ المعارف کے مؤلف جو ہمارے عصر کے محققین میں سے ہیں، اپنی کتاب کی جلد چہارم میں مادہ روح کے ضمن میں ان افراد کا نام ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اس واقعیت کو قبول کیا ہے۔

اس جدول میں انہوں نے فرانس، انگلینڈ، اٹلی، جرمنی اور امریکہ کے مشہور ۴۷ دانشمندوں کا نام ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے اس واقعیت کو مانا ہے، منجملہ :

ڈی مورگن (رئیس جمعیت ریاضی دان انگلستان) ویلیم کروکس (رئیس انجمن سلطنتی انگلستان) روسل ولاس (انگلستان کا سب سے بڑا فیزیولوژیست اور ڈارون کا نزدیکی دوست) فارلی (رئیس انجینئرنگ مجمع ٹیلیگراف) اکسن (آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر) کامیل فلاماریون (فرانس کا معروف فلکیات کا دانشمند اور ریاضی دان) وکٹر ہوگو (فرانس کا معروف دانشمند) لمبررزو (بیکٹر یالوجی کا مشہور دانشمند) ہیزلپ (امریکی دانشمند) لارڈ بلفور (انگلینڈ کا مشہور سیاستمدار) اسی طرح قرن اخیر کے اور بھی ادبی ، سیاسی اور علمی دانشمندوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔

ان اسماء کے ذکر کرنے کے بعد تصریح کرتے ہیں کہ ان ۴۷ اسماء کو ان ہزاروں دانشمندوں کے اسماء میں سے انتخاب کیا گیا ہے کہ جنہوں نے اس علم میں تحقیق کی ہے۔

اس علم کی وضاحت کے دوران دانشمندوں کی واضح گواہی اور اس کی علم کی تائید میں ان کے مشاہدات کو ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ دانشمندوں کا وہ گروہ جس نے (مسئلہ روح، اس سے رابطہ کرنا اور جو خارق العادہ امور نجام دئے جانے) کی حقیقت کو روشن کرنے کے لئے مہینوں تحقیق کی اور آخر میں اسے قبول کیا اور اسے ایک واقعیت کا نام دیتے ہوئے غیر قابل انکار قرار دیا ہے۔

ہم ان کی تحقیقات کو مفصل ذکر کرتے ہیں اور آئندہ ان میں سے بعض نکات کی طرف مفصل اشارہ کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علم غرب میں نشو ونما پانے سے پہلے مشرق کی زمین پر موجود تھا اور متعدد شرقی دانشمندوں کی توجہ کا مرکز رہ چکا ہے لیکن جب اس علم نے غرب کی زمین پر قدم رکھا تو دوسرے علوم کی طرح اس علم کے تحت بھی بڑی تحقیقات انجام دی گئیں۔

اس موضوع کے تحت (علی اطلال المذاہب المادی) اور بیسویں قرن کی (دائرۃ المعارف) کے مصنف نے جو کچھ بھی لکھا ہے اسے یہاں بیان کرنا افادہ کا باعث ہوگا، اس متن کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

علم اسپریتسم کے طرافداروں کا عقیدہ ہے کہ روح بدن کے فنا ہونے کے ساتھ کبھی بھی فانی نہیں ہوتی بلکہ اپنے اس شفاف جسم کے ساتھ اپنی حیات کو ادامہ دیتی ہے کہ جو اس مادہ سے برتر اور اسکے قوانین سے مافوق ہے، اسی وجہ سے با استعداد حضرات کے ذریعہ روحوں سے رابطہ کیا جاسکتا ہے بلکہ انہیں دیکھا بھی جاسکتا ہے، روح میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ مرتبط شخص سے ایسی زبان میں تکلم کرے کہ جسے وہ نہیں جانتا، اسی طرح بہت سے علوم کے اسرار، فلسفہ اور ریاضی کے مشکل سوالات کے جواب دے سکتی ہے کہ جسے سننے والے اور مرتبط شخص نہیں جانتے، اس کی قدرت اس حد تک ہے کہ مرتبط شخص کی آنکھیں بند ہونے کی صورت میں بھی اس کے ہاتھوں سے متعدد سطور اور کئی اوراق لکھ سکتی ہے۔

خلاصۃً یہ کہنا بجا ہے کہ روح ایسے خارق العادہ امور انجام دے سکتی ہے کہ جسے مادی وسائل کے ذریعہ انجام دینا غیر ممکن ہے، یہاں تک کہ بسا اوقات روح حاضرین کے سامنے مجسم ہوتی ہے اور بعض چیزیں ہاتھ لگائے بغیر حرکت کرتے ہوئے ہاتھوں میں آجاتی ہیں۔

قابل توجہ نکتہ تو یہ ہے کہ اس فن کے دانشمند حضرات روح سے مرتبط شخص کو حیلہ گری سے دور رکھنے اور کسی بھی قسم کے شبہ کو دور کرنے کے لئے اسے ایک کرسی سے باندھ دیتے ہیں، یا اسے ایک لوہے کے پنجرے میں قید

کر دیتے ہیں اور اس پر تالا بھی چڑھا کر اس کے ہاتھوں میں الیکٹرونک تار لگا دئے تاکہ معمولی سی حرکت کا پتہ چل سکے، اس طرح وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ روح کر رہی ہے نہ مرتبط شخص۔

لیکن دانشمند حضرات اس فکر میں ہیں کہ ایسے عجیب امور کی تفسیر کیسے کریں،

کیا روح پر عقیدہ رکھے بغیر ایسے امور کی تجزیہ اور تحلیل کا کوئی راستہ ہے؟

کیا روحوں سے مرتبط حضرات اپنی حیلہ گری اور چالبازی کے ذریعہ ایسے امور انجام دیتے ہیں؟

یا نامرئی ابزار و آلات ہیں جو ایسے امور انجام دے رہے ہیں؟

یا پھر حاضرین کی سماعتوں اور آنکھوں پر تصرف کر کے انہیں تلقین کر دیا جاتا ہے کہ ایسے ویسے امور انجام دیجب کہ خارج میں ایسا کوئی عمل بھی واقع نہیں ہوتا؟

لیکن اس جلسہ یں شرکت کرنے والے وہ دانشمند حضرات جو آسانی سے ایسے امور کو قبول نہیں کرتے وہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ایسے خارق العادہ اور حیرت انگیز امور کو مذکورہ بالا امور میں سے کسی ایک سے بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ انھوں نے مرتبط شخص کی حیلہ گری اور نامرئی آلات کے استعمال سے موانع ایجاد کر دئے تھے اور وہ خود ایسے لوگوں میں سے نہ تھے جو اتنی آسانی سے تلقینات کی تاثیر میں آجاتے۔[۱]

۱۔اس آزمائش اور میز کا کھیل کھیلنے والوں کی آزمائش میں کتنا فرق ہے کہ اگر واسطہ نے میز سے ہاتھ اٹھا لیا تو روح بیکار ہو جاتی ہے، حتماً ایک ایسی میز کا ہونا ضروری ہے کہ جو معمولی دھکے سے گھومنے لگے اور واسطہ بھی اپنا ہاتھ اس پر رکھے تاکہ تھوڑا بہت حرکت کرے، لوگ اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو پھر اپنا ہاتھ میز سے اٹھا کیوں نہیں لیتے تاکہ یہ میز جو ہوا سے حرکت میں آجاتی ہے، روح کے ذریعہ حرکت کرے....

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اس مسئلہ کے متعلق کئی مہینوں کی مسلسل کوششوں کے ذریعہ چھان بین کی ہے اور اس طرح احتمالات کے تمام راستوں کو بند کردیا ہے لہذا ایسے حیرت انگیز امور کو ہم روح کی کارکردگی کے علاوہ کسی اور سے نسبت نہیں دے سکتے۔

یہ ان بحثوں کا خلاصہ ہے کہ جسے مذکورہ کتابوں میں مصنف نے ذکر کیا تھا اور دانشمندوں کی روشن گواہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روح سے رابطہ کا مسئلہ علمی اصول کے ذریعہ قابل مطالعہ ہے۔

اس آزمائش اور میز کے ذریعہ رابطہ کے مسئلہ میں کس قدر فرق ہے، میز کے ذریعہ روح کو حاضر کرنے والا اگر اپنا ہاتھ میز سے اٹھالے تو پھر روح کچھ بھی نہیں کرسکتی بلکہ ایک گھومتی میز کا ہونا ضروری ہے جو معمولی فشار سے گھومنے لگتی ہے اور مرتبط شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا ہاتھ میز پر رکھے تا کہ وہ حرکت کرے اگر یہ لوگ اپنے قول میں سچے ہیں تو اپنا ہاتھ میز سے ہٹالیں تا کہ یہ میز روح کی قدرت سے گھومے۔

گذشتہ بحثوں کا آخری نتیجہ

''اسپریتسم''اور''اسپری تو آلسیم'' روحوں سے متعلق علوم میں سے شمار کیا جاتا ہے انگلش لغت اور دائرۃ المعارف میں رجوع کرنے والے اسی مطلب کو کرتے ہیں لیکن بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مسئلہ تناسخ بھی انہیں علوم کا ایک جزء ہے، ہمیں کسی علم کا نام رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہم اس حقیقت پر زور دیں گے کہ تناسخ کسی بھی نام (منطقی یا غیر منطقی) اور کسی بھی شکل وصورت میں غیر قابل قبول ہے لیکن روحوں سے رابطہ

کا مسئلہ کسی بھی نام کے تحت اپنے معین حدود میں قابل مطالعہ ہے اوران دونوں کو آپس میں خلط کرنا حقائق کو بدلنے کے لئے تنہا ایک مغالطہ ہے۔

اس نکتہ کو بیان کرنے کے بعد ہم گذشتہ بحث کوادامہ دیتے ہیں کہ دانشمندوں کے درمیان جنہوں نے علمی ضوابط کی بنیاد پر روحوں سے رابطہ کے امکان کو قبول کیا ہے، ایسے زبردست اور ماہر دانشمند حضرات ہیں جن کے لئے کم از کم یہ احتمال نہیں دیا جا سکتا کہ انہیں دھوکا دیا گیا ہو یا حیلہ گروں اور مکاروں کی تلقینات کے اثر میں انھوں نے قبول کیا ہے۔

جب کہ ان میں سے بہت سے دانشمند سو فیصد منکر اور بدبین ہوتے ہوئے اس موضوع کے متعلق وارد بحث ہوئے تھے، اس کے باوجود انھوں نے اپنے مشاہدات میں ایسی چیزیں دیکھی ہیں کہ جسے وہ صرف روح سے تعبیر کرتے ہیں یا مادی اسباب اور ہاتھ لگائے بغیر اشیاء کی حرکت اور صداؤں کا ایجاد ہونا اور دوسری خارق العادہ چیزیں دیکھی ہیں اور ایسے پیام حاصل کئے ہیں کہ جن کی وجہ سے اس علم کی صحت پر یقین کر لیا ہے لہذا یہاں پر بعض دانشمندوں کی گواہی کو ذکر کرتے ہیں، یہ گواہیاں موثق منبع یعنی بیسویں قرن کی دائرۃ المعارف سے اقتباس کیا گیا ہے:

۱۔ جب یورپ میں روحوں سے رابطہ کے عقیدہ کو شہرت ملی تو اس موضوع کی تحقیق کے لئے ۱۸۶۹ء میں ایک ٹیم بنائی گئی، اس ٹیم کے افراد اور اعضاء ''جان لبوٹ وکروکس'' اپنے زمانے کے سب سے بڑے طبیعی دان ''لویس'' (فیزیولوژیست) ''روسل والاس'' (انگلینڈ کا مشہور فیزیولوژیست اور ڈاروین) ''دومورگان'' (ریاضی دانوں کا رئیس) ''فارلی'' (رئیس مجمع ٹیلیگراف) ''جان کوکس'' (مشہور فلسفی) ''اکسون'' (اکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر) ان کے علاوہ اور بھی مشہور شخصیتیں شامل تھیں۔

جب اس انجمن کی تشکیل کا اعلان کیا گیا تو پورے جہان میں لوگ اس انجمن کے نہائی نظریہ کے لئے لحظہ شماری کرر ہے تھے، انھوں نے ۱۸مہینوں تک اس موضوع کے تحت کام کیا، روحوں سے رابطہ کے جلسات میں شرکت کی اورنزدیک سے خارق العادہ امور مشاہدہ کئے، آخر کارانہوں نے اپنا بیانیہ صادر کیا کہ جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

''...اس انجمن نے روحوں سے رابطہ کے سلسلہ میں جوتحقیقات بھی انجام دی ہیں ان کا نہائی نتیجہ ان مشاہدات کی بنیاد پر مرتب ہوا ہے کہ جو اس انجمن کے تمام اعضا کے لئے حسی اور قطعی قرائن کے ہمراہ تھا''۔

قابل توجہ نکتہ تو یہ ہے کہ اس تحقیق کے آغاز سے پہلے ۴/۵ اعضاء اس عقیدہ کے منکر تھے، اسے حیلہ، مکروفریب یا کم ازکم عصبی اضطراب کا نتیجہ سمجھتے تھے۔

لیکن آنکھوں کے سامنے ہونے والے بے شمار خارق العادہ امور جو ایسے شرائط کے تحت انجام پائے تھے کہ جس کے بعد انکار کی گنجائش باقی نہیں بچی تھی اور مسلسل آزمائشات کے نتیجہ میں اس انجمن کے تمام اعضا اسے قبول کرتے ہوئے یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ خارق العادہ امور ایک (مرموز عامل) کا نتیجہ ہیں۔

آپ غور کریں کہ ان لوگوں نے ایک مرموز عامل کے ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

۲۔کروکس کا استاد جو انگلستان کے علمی انجمن کا رئیس تھا، اس نے سیکڑوں لوگوں کے سامنے اسپریتیسم کی مناسبت سے صریحاً یہ اعلان کر دیا کہ میں اسے صرف ایک امر ممکن نہیں سمجھتا بلکہ اسے ایک عینی واقعیت کا نام دیتا ہوں۔

اس کے علاوہ اسی نے اپنی کتاب (پدیدہ ہای روحی) جو کئی بار چھپ چکی ہے، اس میں لکھتے ہیں: ''چونکہ میں اس عقیدہ کا حامی ہوں میرا ایک ادبی خوف وترس جو لوگوں کے

انتقاد، استہزاء سے وحشت کا نتیجہ ہے جو اس موضوع کے تحت کچھ بھی نہیں جانتے اور وہ لوگ کہ جو اوہام و عقائد پر ایمان رکھنے کی بنا پر قضاوت کی قدرت سے برخوردار نہیں ہیں، میں ایسے لوگوں سے وحشت کی بنا پر روحوں کے آثار کی شہادت اور گواہی دینے سے شانہ خالی کرتا ہوں لیکن یہاں پر میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے اور اپنی مسلسل تحقیقات کی وجہ سے جس نتیجہ تک پہونچا ہوں اسے (اس کتاب میں بیان کرتا ہوں)''۔

۳۔روسل والاس جو (انتخاب طبیعی) کے قانون کو کشف کرنے میں ڈاروین کا مددگار تھا اپنی کتاب (اسپریتسم کے عجائبات) میں اس طرح لکھتا ہے۔

(میں ایک خالص ماٹریالیسٹ مادہ پرست تھا اور اس پر نہایت درجہ ایمان رکھتا تھا لہٰذا میرے نزدیک کسی بھی حال میں روح کو قبول کرنے کا امکان نہ تھا اور نہ ہی اس جہان مادی کے علاوہ کسی اور طاقت اور مبدأ کے وجود کو مانتا تھا...لیکن میں اپنے حسی مشاہدات کا انکار نہیں کرسکتا، اس وجہ سے مجبور ہوگیا ہوں کہ بعض حقیقتوں کو قبل اس کے کہ یہ معلوم ہوسکے یہ روح سے مربوط ہیں یا نہیں۔قبول کرلوں، میرے ان مشاہدات نے ذہن کے ایک حصہ کو اپنے قبضہ میں کرلیا ہے لیکن یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ یہ ذہنی استد لات کا نتیجہ نہ تھا بلکہ حسی مشاہدات کی وجہ سے تھا لہٰذا روح کے علاوہ کسی اور شی کو عامل نہیں مان سکتا تھا...(اور روح کو اصلی سبب ماننا پڑا)

نتیجہ

ایسی گواہیاں بہت سے دانشمندوں نے اپنی خصوصی رسالوں اور کتابوں میں بیان کی ہیں یا دوسری کتابوں میں اس مطلب کا اشارہ کیا ہے اور اگر شرقی دانشمندوں کی گواہیاں اگر جمع کی جائیں تو ایک بڑی کتاب کی شکل اختیار کرلے گی، دانشمندوں کی

طرف سے اتنی گواہیاں صادر ہونے کے بعد یہ مانا جا سکتا ہے کہ روح سے رابطہ کا مسئلہ فطری مسائل کی حد سے گزر کر ایک حسی اور تجربی مسئلہ کی شکل اختیار کر چکا ہے اور میرا گمان ہے کہ جو کوئی بھی دور بیٹھے قضاوت کے بدلے نزدیک سے ان گواہیوں کا مطالعہ کرے تو وہ بھی یہی کہے گا جو تمام دانشمندوں نے کہا ہے۔

لہٰذا یہ کہنا بجا ہے کہ روحوں سے رابطہ کے مسئلہ کو رائج حقیقت مانتے ہوئے قبول کر لیا جائے لیکن اس نکتہ سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ رابطہ بہت سے لوگوں کا بازیچہ بن گیا ہے یا چند سادہ لوح افراد اپنی خام خیالی اور علمی قوانین سے آشنا ہوئے بغیر سفید کاغذ لے کر میز یا ایک کپ اور چند حروف کے ذریعہ روحوں سے رابطہ کرنے میں مشغول ہو جائیں اور ایسی میزوں کا کھیل رونق بازار بن جائے اور یہی کھیل آہستہ آہستہ تناسخ اور روحوں کا دوسرے اجسام میں حلول کے عقیدہ کی پیدائش کا سبب بنا اور ایک واقعیت کو ہزاروں اوہام سے ملا دیا گیا لیکن یہ مسلم ہے کہ یہ رابطہ ممکن ہے اور ہزاروں دعویداروں کے درمیان تنہا کسی ایک کے سچے ہونے کا امکان ضرور ہے۔

فصل سوم

اعتراضات کے جوابات

کیوں ہم نے اس مسئلہ کو پیش کیا؟

جب ہم نے روحوں کی بازگشت اورروحوں سے رابطہ کے مسئلہ کو چھیڑا تو مجلّہ ''اطلاعات ہفتگی'' کے مقالہ نگاروں میں سے ایک نے اپنے عقیدہ کے دفاع میں جوابات لکھے لہٰذا ہم نے لوگوں کے لئے وضاحت اوراس کے دفاعیات کی اہمیت کے میزان کو آشکار کرنے کے لئے اس کتاب کے آخر میں چندعدد سوال وجواب کواضافہ کر دیا ہے:

سوال: کیوں آپ نے (تناسخ) کے ابطال اور (میز) کے کھیل کوختم کرنے کے لئے اتنی زحمتقبول کی؟

جواب: ہمارے پاس ایک ایسی اصل ہے کہ جس کی تائید تمام عقلی ونقلی دلائل کرتے ہیں اور جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں خلاصۃً بیان کر دیا گیا ہے۔

(کہ جب بھی کوئی بدعت اپنا سر اٹھائے ،حقائق کوتحریف کرنے اور بدعتوں کو رواج دینے کے لئے ، ہاتھ، زبان اورقلم حرکت میں آجائیں تو وقت کے علماء پر واجب ہے کہ اس کا مقابلہ کریں اور اگر اس امر میں کوتاہی کریں تو وہ رحمت خدا سے دور ہیں اور ان پر فرشتوں اورلوگوں کی لعنت ہو)۔

اس حدیث کی اہمیت ایک طرف اور دوسری طرف یہ اصل تمام شیعہ اور سنی علماء کے نزدیک تائید سے برخوردار ہے(تنہا تناسخیہ ہے جو خارج ہے کہ جس کا نام عقائد کی کتابوں میں پایا جاتا ہے)اور ہر ایک اس بات کو مانتا ہے کہ روحوں کے پلٹنے کا مسئلہ اور اجسام میں ان کا حلول کرنا بے بنیاد اور غیر قابل قبول ہے۔

بلکہ عقلی اور نقلی دلائل کے ابطال پر دلالت کرتے ہیں،خواہ یہ تناسخ کا مسئلہ سیر نظری طے کرے یعنی ایک پست زندگی کو ادامہ دے یا ایک خوش وخرم زندگی کا آغاز کرے)اس لئے کہ اس عقیدہ کے متعدد نقصانات ہیں۔

پہلا نقصان: مذہبی لحاظ سے،تناسخ قیامت اور دوسرے جہان میں سزا اور جزا کے انکار کا ایک بہانہ ہے اور روحوں کی ازلیت کے قائل ہونے کا ایک وسیلہ ہے۔

(جیسا کہ عقائد کی تاریخ میں درج ہے)اس وجہ سے ایک مسلمان تناسخ اور روحوں کا دوسرے اجسام میں لوٹنے کے مسئلہ کو قبول نہیں کرسکتا اور اس کی تحقیق کرنے کے لئے مذہبی دانشمندوں کی طرف رجوع کرنا آسان ہے،اس کے علاوہ قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث اس عقیدہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔

دوسرا نقصان: اجتماعی ہے ،افکار کو خراب کرنے اور لوگوں کو انکی ناکامیوں اور بدبختیوں کو اپنی گذشتہ زندگی کی خطاؤں کی سزا کے عنوان سے قبول کروانے کا ایک وسیلہ ہے جسے انہیں تحمل کرنا ہوگا یا ان میں اس امید کو اجاگر کرنا ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوسری دنیا میں تمام پریشانیوں اور محرومیوں کی جزا پا جائیں گے،اس صورت میں وہ اپنی مشکلات کی وجہ سے ناراحت نہیں ہوگا اور اس طرح محروم طبقہ کے لوگ اپنی نادار زندگی پر صابر رہنے کے لئے مجبور کردیا جائے۔

تیسرا نقصان: اخلاقی لحاظ سے ہے یہ عقیدہ بہت سے اجتماعی ذات پات کے فرق اور ظلم وستم کی توجیہ کا ذریعہ ہے، اس عقیدہ کی رو سے مظالم اور ذات پات کے فرق سے مقابلہ کرنا بے فائدہ ہے، اس لئے کہ مظلوم افراد ظلم پر اپنی گذشتہ زندگی کی خطاؤں کی سزا سمجھتے ہوئے خاموش رہیں تا کہ پاک ہوسکیں۔

اس صورت میں ذات پات کے فرق اور ظلم وستم سے مقابلہ کر کے ایسے لوگوں کی سعادت اور طہارت کی راہ کا پتھر کیوں بنا جائے اور ان پر رحم کرنا بھی بے فائدہ ہے، اپاہج ،ناقص الخلقہ یا ستم دیدہ ممالک کے لئے ہمارا ناراحت ہونا بھی بے کار ہے۔

روحوں سے رابطہ اور میز کا کھیل

اولاً: یہ کھیل اپنی موجودہ شکل میں عقیدہ تناسخ کی تقویت کا عامل ہے اور ایسی میزوں سے مرتبط افراد اپنے گمان میں روحوں کے دوبارہ لوٹنے کا اقرار کر لیتے ہیں (ایسے نمونہ آئندہ صفحات پر ذکر کریں گے)

ثانیاً :اس عقیدہ کا رواج افکار کی پریشانی کا باعث ہوگا اس لئے کہ کچھ نادان یا سودجو یا روحی بیماریوں میں گرفتار افراد ہر شب ایسی میز کے پاس بیٹھ کر بلند مرتبہ روحوں سے نئے نئے اقرار لیتے ہیں ،لوگوں کی نیکی اور برائی یہاں تک کہ مختلف مذاہب کے عقائد کی صحت و بطلان کا دعویٰ کرتے ہیں اور (کبھی تو گمراہ اور باطل مذاہب کی صحت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں) ایک رات عالم ارواح میں سزا کے قطعی ہونے کو کشف کرتے ہیں (جیسا کہ ''اطلاعات ہفتگی'' مجلّہ شمارہ ۱۴۸۷ میں درج ہے)۔

دوسری شب باطل مذاہب کی حقانیت کو کشف کرتے ہیں (جیسا کہ اسی وجہ سے ایک شخص نے اس عقیدہ سے دوری اختیار کر لی جب کہ اس نے سالہا سال میز کے ذریعہ

روحوں کو حاضر کئے جانے کا عمل انجام دیا تھا) لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ ایسا اس لئے ہوتا کہ شریر اور خبیث روحیں جنہوں نے ہماری فضا کو پر کر رکھا ہے، وہ دخالت کرتی ہیں اور جھوٹی خبریں بیان کرتی ہیں۔

اگر فرض کرلیا جائے کہ حقیقت یہی ہے تو پھر اس صورت میں یہ عمل غیر قابل اعتماد ہے اور اسے رواج دینے کی صورت میں اخلاقی، اجتماعی، عقیدتی اور فکری فسادات واقع ہوں گے جنہیں جبران نہیں کیا جاسکتا۔

یہی وہ اسباب تھے جس کی وجہ سے ہم نے اس کھیل سے مقابلہ کیا، کیا اگر ہم اس کے مقابلہ میں خاموش رہ جاتے اور وہ لوگ جو مذہبی اور علمی اطلاعات سے بخوبی برخوردار نہیں ہیں، وہ اس میں گرفتار ہو جاتے تو کیا اس صورت میں ہم نے انسانیت اور دین کی نگاہ میں مجرم نہ ٹھہرتے۔

فحش وتہمت کا مجموعہ

سوال: جو جوابات مجلّہ ''اطلاعات ہفتگی'' میں دیئے گئے ہیں، وہ کیسے ہیں؟

جواب: الحمد اللہ جو ۱۳ مقالے، مجلّہ ''مکتب اسلام'' کے لئے لکھے، وہ اب پوری طرح کامل ہو چکے ہیں اور پڑھنے والوں کے اختیار میں دے دیا گیا ہے جو نہایت مؤثر واقع ہوئے اور بہت سے لوگوں کو شک وتردید سے خارج کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ شاید اس عقیدہ کو رواج دینے والے حواس باختہ ہو گئے ہیں اور اس حد تک ناراحت ہوئے ہیں کہ زمین وآسمان اور ہمارے عظیم بزرگوں کی ہتک حرمت کردی اور اس طرح اپنی حقیقت سے پردہ اٹھادیا۔

جو جوابات دیئے ہیں وہ متعدد شماروں میں شائع ہوئے ہیں جو ناروا نسبتوں اور

تہمتوں کا ایک مجموعہ ہے ان لوگوں نے ہمیں اور ایسے بزرگوں کے خلاف بدگوئیوں پر مشتمل ہے کہ جن پر جہان انسانیت فخر کرتی ہے جن کی کتابیں صدیوں غرب کی یونیورسیٹیوں میں تدریس ہوتی رہی ہیں اور جن کا نام لینا باعث افتخار ہے اور لوگوں کے ذہنوں کو جا بجا داستانوں اور لطیفوں کے ذریعہ پھیرنے کی کوشش کی ہے تا کہ قارئین حضرات ان کی باتوں میں آجائیں۔

اسی وجہ سے ابتدا ہی میں ہوشیار لوگوں نے فیصلہ کر دیا اور ان لوگوں کی شکست کا اپنے خطوط کے ذریعہ یا حاضر ہو کر اعلان کر دیا، اس شاخ سے اس شاخ پر اچھلنا، بزرگوں کی ہتک حرمت اور اصل مسئلہ کو ذکر کرنے کے بدلے بے سود باتوں کو چھیڑنا ان کی شکست کی آشکار علامتیں ہیں، یہاں تک کہ ہمارے چاہنے والوں نے مدمقابل شخص کے مغالطہ کو اپنے خطوط کے ساتھ لکھ کر ہمارے لئے روانہ کیا ہے۔

ہم نہ تو کسی کی بدگوئی کرتے ہیں اور نہ ہی جواب دینے سے بھاگتے ہیں اور نہ ہی مغالطہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ نہ ایسی ہمیں کوئی تعلیم ملی ہے اور نہ ہی قوی منطق سے بر خوردار ہونے کی وجہ سے ایسا کچھ کرنے کی ضرورت ہے، سیکڑوں بدگوئیوں اور متفرقہ باتوں، ہزاروں اوراق کو برباد نہیں کر سکتے، اس لئے کہ علمی بحثوں کے لئے مکروفریب کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے اعمال حقیقت کے طلبگاروں کی شان کے خلاف ہیں اور خدا گواہ ہے کہ اگر مقالہ نگار نے بزرگوں کے حق میں ہتک حرمت نہ کی ہوتی تو یہ عبارت بھی لکھنے کی زحمت نہ کرتا۔

حقائق سے چشم پوشی کی بھی ایک حد ہوتی ہے

سوال: آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگ کیوں بنیادی مطالب سے چشم پوشی

کرتے ہیں؟

جواب: ہمارے عقیدہ کے مطابق چونکہ وہ لوگ واضح منطق اور منظّم تحصیل سے بر خوردار نہیں ہیں لہٰذا اساسی مطالب سے فرار کرتے ہیں۔

بنیادی مسائل کے بیان سے صرف نظر کرنا بھی مجلّہ کے سیکڑوں سطروں پر مشتمل مقالہ میں واضح و روشن ہے اور ہمیں پورا یقین ہے کہ ہماری بحث سے مربوط چند جملوں کے علاوہ بقیہ تمام جملات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ چھوٹے سے چھوٹے بہانے کے ذریعہ اصل موضوع سے فرار کرنا چاہتے ہیں اور اصل موضوع کو بے راہے کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ چند جملے جو ہماری بحث سے مربوط ہیں انشاء اللہ اس کا جواب آئندہ ذکر کریں گے۔

بعنوان مثال: مجلّہ شمارہ ۱۴۹۷ میں کسی مناسبت سے اپنے نانا حضور کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ قلم کو ڈھیل دیتے ہوئے اصل مطلب کا رخ پھرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے نانا نے ایک سو بیس (۱۲۰) سال تک سماج میں محترم ہونے کے ساتھ بے پناہ دولت سے برخوردار ہونے کی وجہ سے اپنی زندگی بڑے عیش و آرام سے گزاری، انہوں نے اصفہان کے راستہ میں بسے مسلمان اور زردشتیوں کی سہولت کے لئے پانی کا خزینہ بنوایا کہ جس کے دو حصے کئے ایک حصہ مسلمان کسانوں سے اور دوسرا حصہ زردشت کسانوں سے مخصوص کردیا اور یزدیوں کی طرح اسے گچ سے سفید کروادیا۔

یزد کی بعض مسجدوں کے لئے انہوں نے زیلو (ایک قسم کا فرش ہے) وقف کئے اور جب کبھی حج کے لئے روانہ ہوتے تو بہت سے حسینیہ اور امامزادوں

کی بارگاہوں کے لئے قالین اور زیلو (ایک قسم کا فرش) ہدیہ کرتے جو ۲۰۰ سال تک چلتا ہے، ایک روز کاشان کے راستہ میری کار ایک قہوہ خانہ کے سامنے ٹھہری کہ جس کے نزدیک ہی ایک امامزادہ کی قبر تھی۔

جب میں امامزادہ کے روضہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس کے دروازے پر دو عدد زیلو آویزان ہیں اور ان کے بازو میں اس کے ہدیہ کرنے والے یعنی نانا کا نام درج ہے۔

نوگنبد جو اصفہان و یزد کے درمیان واقع بیابان کے بیچ واقع ہے، جس کے چاروں طرف کئی فرسخ تک نہ پانی کی خبر ہے اور نہ کسی سرسبزی کا وجود، ان کے انتقال کے چند سال پہلے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس بیابان میں موجود ایک پانی کا خزینہ جو حکومت صفویہ میں بنایا گیا تھا اور خشک ہو چکا تھا، دو فرسخ پر موجود پہاڑوں کے دامن سے کافی مال خرچ کر کے پانی کو منگوا کر اس خزینہ کو پر کیا تھا۔

یہاں پر دوسری باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ایک شب دوستوں کے درمیان دوران گفتگو عرض کیا کہ میں نے اپنی حیات میں ایک مرتبہ بھی آہ نہیں کی۔

یہ ایک حقیقت تھی وہ اپنی ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر میں ایک بار بھی بیمار نہ ہوئے، اچھی صحت انہیں عطا ہونے والی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی، اپنی زندگی کے آخری ایام میں کوئی ایسی بیماری نہ ہوئی جو انہیں ناراحت کرتی، ہاں! کبھی کبھی خون کا فشار بڑھ جاتا اور کبھی نسیان کا شکار ہو جاتے وگرنہ انہوں نے اپنی پوری زندگی بڑے عیش و آرام سے گزاری... ''

خدا کی قسم آپ ہی بتائیں اس مطالب کا ہماری بحث سے کیا ربط ہے؟ آپ ہی بتائیں کہ میں ایک کو پہچانتا ہوں جو ایک اچھا انسان تھا اور اس دنیا میں دوبارہ لوٹ کر بھی ایک بہترین زندگی پائے گا، دوسو سالہ زیلو، اصفہان کا خزینہ، نوگنبد اور یزد کا پانی کا خزینہ۔

ان کے مقالہ میں انھیں جیسی داستانوں کا تذکرہ بے شمار ہے کہ جن کی کمی نہیں ہے جیسے تریاک کی داستان اور یہ کہ ہوٹلوں میں نشیلی چیزوں کو تیل کہتے ہیں اور ترک جیسے (تیریاک) نام دیتے ہیں اور کیوں نشہ کرنے والی نشہ آور چیزوں کو تیل کہتے ہیں۔ (شمارہ ۱۴۹۸) لیکن جو نکتہ اس درمیان قابل توجہ ہے وہ یہ کہ انہوں نے اپنے نانا کی داستان کو مجلّہ کے ۱۶ شمارہ پہلے ذکر کیا ہے اور تحریر کرتے ہیں:

''میرے نانا چند سال فلج رہے، کبھی ان پر نسیان طاری ہو جاتا اور کبھی بیہوش بھی ہو جایا کرتے تھے'' (شمارہ ۱۴۸۲)

البتہ صدالبتہ جو چند سال فلج رہے، اس کے علاوہ اس کے خون کا فشار بھی اونچا ہو یہاں تک کہ بیہوش ہو جائے اور موت کا امکان پیدا ہو جائے پھر بھی یہ کسی قسم کی تکلیف کا باعث نہ ہو اور یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ آہ نہ کرے!!!

جو اپنے نانا کی سرگذشت بیان کرنے میں ضد و نقیض باتوں سے کام لے اس نے جو دوسری سرگذشتیں اور داستانیں بیان کی ہیں (جب کہ پورا مقالہ ایسی ہی سرگزشتوں پر مشتمل ہے) ان کی حقیقت بخوبی معلوم ہے۔

کون الفاظ سے کھیل رہا ہے ہم یا آپ؟

سوال: وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے الفاظ سے کھیل کھیلا ہے؟

جواب: واقعاً کس قدر خندہ دار ہے کہ آپ نے (تناسخ) کا دوسرا نام (روحوں کی

بازگشت) رکھا ہے اور تمام دانشمندوں کی روش کے خلاف بات کہی ہے کہ جنہوں نے لفظ ''تناسخ'' کو استعمال کیا ہے اور جسے روحوں کی بازگشت کے معنیٰ میں تفسیر کی ہے وہ (خواہ صعودی ہو یا نزولی) اوراس کے جواب میں کہتے ہیں کہ دونوں متفرقہ موضوع ہیں، اب بتائیں آپ نے کھیل کھیلا ہے یا ہم نے؟

ہمارے پاس ایسی بیشمار دلیلیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دانشمندوں نے تناسخ اور (اس جہان میں روحوں کے دوبارہ پلٹنے) کو ایک ہی مانا ہے اور اگر آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟

(لیکن شرط یہ ہے کہ پھر اس شاخ سے اس شاخ پر اڑنے کی کوشش نہ کریں اور واضح الفاظ مین بیان کریں)؟

یہ قول آپ ہی کا ہے ''اگر کوئی روح دوبارہ کسی کمال یافتہ جسم میں لوٹ جائے تو اسے (روحوں کی بازگشت) کا نام دیا جاتا ہے اور اگر کسی پست جسم میں لوٹے تو اسے (تناسخ) کہا جاتا ہے'' جو سراسر باطل ہے، یہ ایک بے بنیاد تقسیم بندی جو تمام دانشمندوں کے قول کے برخلاف ہے، آپ نے اسے کہاں سے بیان کیا ہے؟

تناسخ ایک عربی لفظ ہے کسی اور زبان کا لفظ نہیں ہے اور آسانی سے ہماری کتابوں میں قابل دسترس ہے جیسے کہ خواجہ نصیر الدین طوسیؒ ''شرح اشارات'' میں، علامہ حلی ''شرح تجرید العقائد'' میں، صدر المتالھین ''اسفار'' میں، میر داماد، بوعلی سینا، اور عبد الرزاق لاہیجی ''گوہر مراد'' میں، سعد بن عبداللہ قمی کتاب ''المقالات والفرق'' میں، محمد فرید وجدی ''دائرۃ المعارف قرن ۲۰'' اور ملا ہادی سبزواری ''شرح منظومہ'' میں مسئلہ تناسخ کو ذکر کرتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مدارک ہیں جو ہمارے مدعا کی دلیل ہیں۔

بےشمار روایتیں

قابل توجہ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گمانمیں اسلامی مسائل اور بڑے فلاسفہ کی کتابوں میں مندرج نظریات پر حاشیہ لگانے کی کوشش کی ہے۔

حالانکہ وہ خود فلسفہ اور اسلامی مسائل میں نہایت ضعیف ہیں، انہوں نے یہی خیال کرلیا ہے کہ کچھ کتابوں کے نام یاد کرکے اور کلمہ (اسپریٹ) کی تکرار کرنے کے ذریعہ بڑے فلاسفہ کے مدمقابل کھڑے ہوسکتے ہیں ۔

اس کے بعد معذرت چاہتے ہوئے انکی معلومات کا ایک گوشہ پیش کرتا ہوں، آپ ملاحظہ کریں کہ جنھوں نے شرقی فلاسفہ کے اقوال کو جاننا چاہا ہے خود کتنے پانی میں ہیں، انہیں (جوہر) اور (عرض) کے درمیان فرق کا کوئی علم نہیں ہے۔

ا۔ کہتے ہیں ''ہمارے فلاسفہ نے صورت کے جوہر یا عرض ہونے میں اختلاف کیا ہے'' (شمارہ ۱۴۹۷)

حالانکہ جسے بھی فلسفہ کے متعلق تھوڑی بہت معلومات ہو وہ سمجھ جائے گا کہ صورت (فلسفی اصطلاح کے اعتبار سے) جوہر کی قسم ہے اور عرض سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۲۔ ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں: ''نماز میں کم از کم ایک سورہ پڑھنا واجب ہے'' (شمارہ ۱۴۹)

حالانکہ اگر ایک توضیح المسائل کو اٹھا کر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق چار سورے اور اہل تسنن کے عقیدہ کے مطابق دو سوروں کی تلاوت (دو مرتبہ سورہ حمد اور چند آیات) کو واجب ہے۔

۳۔اپنے گمان کے مطابق انہوں نے ابن سینا پر مسئلہ زمان کے تحت اعتراض کر نے کی کوشش کی ہے، کہتے ہیں:'' آغاز کے بغیر یعنی کیا؟ کیا یہ تعریف قدیم ہونے کے علاوہ کچھ اور ہے'' (شمارہ ۱۴۹۹)

انکا یہ جملہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ انہیں (قدیم زمانی) اور (قدیم ذاتی) کے درمیان موجود فرق کا کوئی علم نہیں ہے جب کہ جسے بھی فلسفہ کے الفباء سے مختصر آشنائی ہوا سے اس فرق کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

۴۔ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:'' فلاسفہ کے درمیان ۹۰۰ سال تک اختلاف رہا ہے کہ زمان میں بُعد مفطور رہے یا مقطور او راب تک معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کلمہ قاف سے یا فاء سے''۔

میرے عزیز! فلسفہ میں بحث زمان ایک اہم بحث ہے جس نے ہماری کتابوں کے متعدد صفحات کو سیاہ کر دیا ہے، ہمارے فلاسفہ نے ''انشٹن'' سے پہلے حرکت اور زمان کے رابطہ کو کشف کرلیا تھا لیکن آپ یہ بتائیں کہ کس نے ۹۰۰ سال تک اس کلمہ میں بحث کی (اصولاً مقطور مکان سے مربوط ہے نہ زمان سے) کم از کم ''شرح منظومہ''، ''اسفار'' اور ''اشارات'' میں مباحث زمان و مکان کا مطالعہ کرلیا ہوتا ،اس کے علاوہ کسی نے بھی ''فاء'' یا ''قاف'' ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیا ہے۔

۵۔انہیں علم تفسیر پر اتنا تبحر ہے کہ ایک آیت کے درست ترجمہ سے بھی عاجز ہیں جیسے '' **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** ...''کا اس طرح ترجمہ کیا ہے: جو بھی ایک مثقال کے برابر نیک عمل انجام دے گا اسے وہ دیکھے گا اور جو بھی ایک مثقال کے برابر برا عمل انجام دے گا اسے وہ دیکھے گا۔ (شمارہ ۱۳۹۱)

انہوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ لغت اورعرب میں مثقال کے جو معنی ہیں وہ آج کے دور میں عطر فروشی کی دوکانوں پر مستعمل مثقال کا ہم معنی ہے، حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے، مثقال ''وزن'' کے معنی میں ہے یعنی ایک ذرہ کی سنگینی کے مطابق اورخود ذرہ، چیونٹی کے معنی میں ہے جسے باریک اشیاء کے لئے بولا جاتا ہے(قاموس اللغہ)

لیکن علامہ بحر العلوم نے مثقال کے وہی معنی کئے ہیں جو عطر فروشی کی دوکانوں پر بولا جاتا ہے، یہ بات مسلم ہے کہ جسے تھوڑی سی بھی معلومات ہو وہ کبھی بھی اپنے بزرگوں کے خلاف زبان نہیں کھولتا، ایک عالم دوسرے کو خوب پہچانتا ہے

قدر زر زرگر شناسد　　　　　قدر جوہر جوہری

۶۔ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی میں روحوں کے دوبارہ پلٹنے کے سلسلہ میں کہتا ہوں وہ نسخ نہیں بلکہ تناسخ ہے، ان کی عین عبارت ملاحظہ کریں ''ہم تناسخ کو باطل سمجھتے ہیں اور تناسخ کے ماننے والوں کے مخالف ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے مخالف ہیں، جس طرح روحوں کی بازگشت کے مسئلہ کو ہم مانتے ہیں وہ لوگ اس کے بالکل مخالف ہیں لیکن نسخ ایک حد تک روحوں کی بازگشت کے سلسلہ میں ہمارے عقیدہ سے نزدیک ہے...''

حضور! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ عین تناسخ ہے، تناسخ اور نسخ دونوں ایک مادہ سے مشتق ہوئے ہیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور روحوں کی بازگشت، نسخ و تناسخ کے معنی میں ہے، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ تناسخ ایک وسیع معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو انسان کی روح کی بازگشت خود انسان میں یا حیوان میں ہر دو کو شامل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ نے اس تناسخ کو نسخ میں بدل کر حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی ہے جب کہ یہ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

تناسخ انسانوں کی جہل ونادانی کا سبب

سوال: کہتے ہیں کہ تناسخ جو ایک تاریخی مسئلہ ہے ایک خاص فلسفہ کے افکار کا زائیدہ ہے اور اگر اسپریٹ (روحوں کی بازگشت کا عقیدہ رکھنے والے) جس کی آج کی دنیا میں حمایت کی جارہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ بہت سی مشکلات کا حل ہے۔

جواب: گذشتہ ایام میں جو اسباب عقیدہ تناسخ کی پیدائش کا سبب تھے وہ آج علمی اصول کے ذریعہ واضح ہوگئے ہیں اور اب تناسخ کی کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔

وضاحت: تاریخ عقائد اور مذاہب کے مطالعہ کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ تناسخ قدیمی عقائد میں سے ہے جو (عصر افسانہ) تک پہنچتا ہے،قوی احتمال یہ ہے کہ یہ عقیدہ ہند اور چین میں رائج ہوا اور وہیں سے پھیلنا شروع ہوا،آج بھی ہند کے بت پرستوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے اور اسطرح ان کی زندگی سے اجین ہوگیا ہے کہ اسے جدا کرنا غیر ممکن ہے۔

بت پرستوں کا حیوانات بلکہ حشرات کا احترام کرنا ،اسی عقیدہ کا نتیجہ ہے ، سبزیجات کا گوشت سے زیادہ استعمال بھی اسی عقیدہ کا زائیدہ ہے۔

غرب کے مشہور مورخ ''ویل ڈورانٹ'' اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

''واقعی بت پرست حتی الامکان حشرات کو مارنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں ، ان لوگوں میں حتی وہ لوگ جو فضیلت کے خواہاں نہیں ہیں ،وہ بھی حیوانات کے ساتھ گونگے اور پست لوگوں کے جیسا سلوک روا رکھتے ہیں، نہ پست مخلوق کے ساتھ ہونے والے برتاؤ کے جیسا کہ جن پر فرمان خدا کے مطابق مسلط ہیں، بت پرست تناسخ کو وہ خواہ روحوں کی بازگشت

انسانوں کے بدن میں ہو یا حیوانوں کے بدن میں، ہر دو کو ''کارما'' کہتے ہیں''۔[۱]

یہ عقیدہ بھی دوسرے بیہودہ عقیدوں کی طرح انسانوں کی جہالت اور نادانی کی بنا پر طبیعت اور اجتماع کی غلط تفسیر کا نتیجہ ہے۔

وضاحت

اس دور کے بہت سے لوگوں کی طرح قدیم زمانہ کے لوگ جب کسی حادثہ سے روبرو ہوتے تھے کہ جسے فلسفی یا علمی اعتبار سے تفسیر کرنے سے عاجز ہوجاتے تو چونکہ بشری طبیعت میں جستجوگری کی حس پائی جاتی ہے لہذا اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی سوال بدون جواب رہ جائے، پس ایسے حوادث کی تفسیر کے لئے خیال پردازی کیا کرتے تھے اور اس طرح بہت سی بدعتوں کو جنم ملا۔

جیسے کہ آپ لوگوں نے یہ جملہ بارہا سنا ہوگا کہ جو عوام الناس کا عقیدہ ہے کہ جب گھوڑے راتوں میں دوڑتے ہیں تو ان کے پیروں سے جو چنگاریاں نکلتی ہیں وہ جنوں کا کام ہے جو ان کے پیروں میں چراغ روشن کرتے ہیں، اب آپ ہی بتائیں وہاں چراغ جلانے سے جنوں کا کیا فائدہ؟ کیا جن اتنے بے کار ہیں جو گھوڑے کے پیروں میں چراغ جلاتے پھریں؟

وہ لوگ ایسے حوادثات سے برخورد کرتے تھے اور حقیقت کے انکشاف سے عاجز ہونے کی وجہ سے ایک خیالی سبب ڈھونڈھ لیا کرتے تھے یا جیسا کہ گھروں میں بدون دلیل آتش سوزی کیلئے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ جنوں کا کام ہے۔

۱۔ تاریخ ویل دورانت ج۲ ص ۳۵۷

لیکن آج ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ جب دو چیزیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو چنگاری وجود میں آتی ہے جس کا تعلق نہ گھوڑوں کی سموں سے ہے اور نہ ہی رات کی تاریکی سے اوراس کی علمی تفسیر بھی روشن ہے کہ بعض ایسے کیمیکل ہیں جو شرائط کے مہیا ہوتے ہی شعلہ ور ہوجاتے ہیں اور اگر عمداًیا سہواً کسی چیز کو ان سے ملا دیا جائے تو وہ بھی ان کے ساتھ جل جایا کرتی ہے۔

آج فیزیکی اور کیمیائی کشفیات کی وجہ سے ایسے عقائد کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے البتہ ہم جن کے منکر نہیں ہیں لیکن جن اپنے صحیح معنوں میں وہی ہے کہ جس کی فلسفہ بھی تائید کرتا ہے اور جس کے تذکرے قرآن میں موجود ہیں ، اگر چہ عوام کے درمیان جنوں کے سلسلہ میں مختلف عقائد پائے جاتے ہیں،تناسخ کے مسئلہ کا بھی بالکل یہ حال ہے ۔

گذشتہ ادوار میں لوگوں نے اپنے سماج میں بہت سے اپاہج بچوں کو مشاہدہ کیا اور بہت سے لوگوں کو عمر کی آخری سانس تک رنج وبلا میں مبتلا پایا، اسی طرح کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک وقت کے کھانے سے بھی محروم ہیں۔

بعض کے امور آپ ہی آپ حل ہوتے جاتے ہیں اور بعض برابر شکست سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔

چونکہ وہ لوگ واقعی اسباب سے آگاہ نہ تھے اوران میں اتنا شعور نہیں تھا کہ جس کی بنیاد پر ایسی بے عدالتیوں کی تفسیر کرتے لہذا تناسخ کا سہارا لیا اور کہنے لگے کہ یہ اپاہج لوگ گذشتہ زندگی میں گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں کہ جس کی وجہ سے آج سزا بھگت رہے ہیں تاکہ اس طرح پاک ہوجائیں، پس یہ عین عدالت ہے۔

ویل ڈورنٹ اپنی کتاب کے ''مشرق زمین گہوارہ تمدن'' جلد۲ میں ذکر کرتے ہیں:

عقیدہ'' کارما'' ہندوستان کے لوگوں کے بہت سے مبہم حقائق اور غیر عادلانہ امور کی توجیہ وتفسیر کرتا ہے۔

مختلف مصیبتیں اور بلائیں جو زمین کو تیرہ وتاریک اور تاریخ کو خون آلودہ بنا دیتی ہیں، وہ تمام رنج وآلام جو ایک انسان کے جنم لینے کے بعد پایا جاتا ہے اور زندگی کی آخری سانس تک ساتھ ساتھ رہتا ہے، پس جن لوگوں نے کارما کو مان لیا ہے، ان لوگوں کے لئے ایسے امور کا تحمل آسان ہے۔

یہ مصیبتیں، بے عدالتیاں، ذکاوت و بلاہت میں اختلاف، فقیر وغنی، یہ سب کا سب گذشتہ زندگی کا نتیجہ جسے انسان کی حیات میں ایک لحظہ کے لئے غیر عادلانہ سمجھا گیا لیکن آخر الامر سب کچھ عادلانہ ظہور میں آیا۔

کارما بھی بشری ذہن سے جنم لینے والے بے شمار عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے تاکہ اسکے ذریعہ رنج ومصیبت پر صبر کیا جا سکے۔[۱]

اگر ہندوستان کے لوگوں نے یا گذشتہ ادوار میں جینے والوں نے ایسے حوادثات کی توجیہ کرنے کے لئے روحوں کی بازگشت کے فرضیہ کو بنایا تھا تو آج علم نفسیات اور علم اجتماعی کی تحقیقات کی وجہ سے حوادثات کی تفسیر کے لئے روحوں کی بازگشت کے فرضیہ کو ماننے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اس لئے کہ بالکل واضح ہے، اگر جسم کی سلامتی کا پورا خیال رکھا جائے اور ماں باپ جنین کی سلامتی کے لئے تمام اصول وقوانین کی رعایت کریں تو پیدا ہونے والا بچہ بالکل

۱۔تاریخ ویل دوانت ج۲ ص۳۵۷

سالم ہوگا اور اسطرح معیوب اور اپاہج بچوں کی پیدائش صفر تک پہنچ جائے گی کیونکہ جب بھی انسانی خلقت میں تمام اصول وقوانین کی رعایت ہوتی ہے تو نتیجہ بھی سو فیصدی سالم ہوتا ہے۔

پرانے زمانے کے کسان یہ خیال کیا کرتے تھے کہ کیڑوں کی وجہ سے ان کی زراعت یا باغ کے پھل عیب دار یا کم ہوتے ہیں، ان کا گمان تھا کہ یہ کیڑے خود انہیں زراعتوں اور پھولوں سے وجود میں آتے ہیں حالانکہ آج یہ تصور باطل قرار دے دیا گیا ہے، ایسی دوائیں اور کھاد وغیرہ وجود میں آگئی ہیں کہ اگر ان سب کا لحاظ رکھا جائے تو اناج اور باغ کے پھل سو فیصدی سالم رہیں گے۔

لہذا بچہ کے اپاہج اور عیب دار ہونے میں ماں باپ قصوروار ہیں یا وہ سماج ہے جس میں وہ جی رہے ہیں
کہ جس نے زندگی کے معمولی اسباب بھی فراہم نہیں کیے تا کہ بچہ سالم پیدا ہوتا جس طرح ایک انسان جب کسی کی آنکھ کو زخمی کر کے اسے اندھا بنا دیتا ہے تو اس کی کوری کا سبب وہی انسان قرار پاتا ہے نہ کوئی دوسرا، اسی طرح مادرزاد اندھوں کے سلسلہ میں یہی فیصلہ ہوگا کہ اس کے اصلی سبب یا ماں باپ ہیں یا سماج نہ کہ خالق حقیقی۔

رہا مسئلہ بعض لوگوں کی بے پناہ دولت کا اور بعض کی نہایت فقر وتنگدستی کا تو اس مسئلہ میں یہ بھی واضح ہے کہ آج کے دور میں یہ سب کچھ غلط اقتصادی نظام اور غیر عادلانہ ثروت کی تقسیم ہے اور اس میں تناسخ وغیر کی کوئی دخالت نہیں ہے، کارما کا سہارا لینا قدیم بت پرستوں کے لئے ایک وسیلہ رہا ہوگا جو جامعہ شناسی اور جدید اقتصادی نظام سے ناآشنا تھے لیکن آج یہ مسئلہ ہمارے لئے بالکل واضح وروشن ہے۔

اجتماعی ناکامیوں کا اصلی سبب

لوگوں کی روحی وضعیت کی طرف توجہ، اجتماعی اور گھریلو طرز تربیت کا لحاظ، کامیابی اور ناکامی کے اسباب سے پردہ اٹھا سکتی ہے اوران اسباب کو بیان کرسکتی ہے کہ جو روحی و تربیتی نظام میں نقص کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں اور جس کے نتیجہ میں تناسخ کو راہ حل کے عنوان سے پیش کیا گیا۔

مجلّہ اطلاعات ہفتگی میں (اسرار روح و زندگی) کے عنوان کے تحت مقالہ نگار کہتے ہیں:

> ''(کامیابی یا ناکامی) علمی، ادبی اور ہنری آثار یا ایک ایجاد ایک انسان کی گذشتہ زندگی کے نیک اور برے اعمال کی جزا ہے لہذا ایسے امور میں روحوں کی دخالت اپنی ذاتی قدرت کے مطابق بھی قطعی ہے۔
> یہ امور ظاہری اعتبار سے عادلانہ نہیں ہیں... پس تناہ راہ حل وہی ہے کہ جو اسپریتیسم کی مدد سے کشف ہوا ہے یعنی ایک قسم کی جزا و سزا اور ایک حد تک روحوں کی دخالت''۔

مذکورہ بالا متن کے ذریعہ یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ نہ روحیں بے کار ہیں اور نہ ہی وہ کسی سبب کے بغیر مخلوقات کے امور میں دخالت کرتی ہیں اور نہ ہی کوئی گذشتہ زندگی در کار ہے کہ یہ سب کچھ اس کی جز و سزا بن سکے بلکہ یہ سب کچھ روحی، اجتماعی، تربیتی اور جسمانی علل و اسباب کا نتیجہ ہیں لہذا ہمیں ان سب کی توجیہ کے لئے نادرست فرضیوں کی ضرورت نہیں ہے۔

عجیب تو یہ ہے کہ وہ اپنی گذشتہ تصریح ''یہ حوادث ایک قسم کی جزا و سزا ہیں'' اور

مجلّہ (شمارہ ۱۴۶۱) میں موجودہ صراحت ''آپ لوگوں (ماں باپ) کو معلوم ہونا چاہئے کہ اولاد کے درمیان مساوات کا قائل نہ ہونا ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کی سزا مل کر رہے گی خواہ اس دنیا میں یا موت کے بعد عالم ارواح میں یہاں تک کہ آپ لوگوں کی دوسری زندگی کہ جب لوٹ کر واپس آئیں گے تو یہ سزا بھگتنا ہوگی'' کے باوجود کہتے ہیں کہ درج ذیل عبارت کو کیوں آقائے مکارم نے میری طرف نسبت دی ہے۔

''روح بدن سے جدا ہونے کے بعد اگر اسے کمال کی ضرورت ہوتی ہے تو دوبارہ کسی دوسرے کے بدن میں چلی جاتی ہے اور نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے، کبھی یہ نئی زندگی رنج و آلام سے بھری ہوتی ہے تاکہ گذشتہ نافرمانیوں کا جبران ہو سکے اور کبھی شادمانیوں سے مالا مال ہوتی ہے تاکہ اس طرح محرومیوں کا جبران ہو سکے''۔

اس کے بعد کہتے ہیں ''میں نے کون سا ایسا مطلب لکھ دیا ہے کہ جس کی بنیاد پر آپ نے ایسی ناروا نسبتیں دی ہیں، آپ نے جو کچھ بھی کیا ہے اسے عرف و شرع اور قانون کی رو سے جعل اور گڑھنا کہتے ہیں''۔[۱]

آپ کو آپ کے وجدان کی قسم! بتائیں کیا جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہی نہیں ہے جسے ہم نے ان کی زبانی اوپر ذکر کیا ہے؟ اگر گڑھنا یہی ہے تو پھر ہر حقیقت جعل ہے، کیسے آپ نے اپنے قول کو اتنی جلدی بھلا دیا!۔

ہم میں سے کس نے گڑھا ہے؟

حیرت کی انتہا ہوگئی، مقالہ نگار نے (مجلّہ شمارہ ۱۴۹۸) میں میرے متعلق کہتے ہیں:

''مجلّہ ''مکتب اسلام'' شمارہ ۱۱۳ صفحہ چہارم پر میں نے کہا ہے کہ جس زمین پر چلتے ہیں وہ

۱۔ مجلّہ اطلاعات ہفتگی شمارہ ۱۴۹۳

خدا ہے، اقیانوس اور بارش خدا ہیں، ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ستارے اور کہکشاں خدا ہیں، یہ عبارت میں نے نہیں گڑھی ہیں بلکہ یہ خود ان کی عین عبارت ہے''

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حرکت کو کیا کہا جائے؟ کیا میں (مکارم) نے کہا ہے کہ جس زمین پر ہم چلتے ہیں وہ خدا ہے؟ سمندر اور بارشیں خدا ہیں؟... کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں، واقعاً یہ میری ہی عبارت ہے؟ اجازت دیں تا کہ میں اپنی عین عبارت کو اسی صفحہ سے نقل کر دوں اور اس جسارت کا فیصلہ آپ کے حوالہ کر دوں:

''دوسرے مقامات پر کلمہ طبیعت سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے وہ ایٹم، موجودات مادی اور مختلف ترکیبات جو ان کے ذریعہ وجود میں آتی ہیں، زمین کہ جس پر ہم چلتے ہیں یہی ہوا کہ جس سے ہم استفادہ کرتے ہیں، یہی پانی کہ جسے پیتے ہیں، یہی طوفان، سیارات اور کہکشاؤں کا سلسلہ ہے، کیا وہی لوگ تنہا ہیں جو ذہین، باہدف، باتدبیر اور آگاہ ہیں؟

معلوم ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے، کلمہ طبیعت سے مادہ پرستوں کی مراد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ طبیعت کے آثار ہیں، ان کی مراد کلمہ طبیعت سے کیا ہے؟ حقیقت میں یہ ایک ایسی طاقت ہے کہ جو ان سب سے عظیم ہے کہ جسے بعض اللہ اور بعض خدا اور بعض طبیعت کا نام دیتے ہیں''۔

آپ کی توجہ رہے کہ جس مطلب کو وہ مجھ سے نسبت دے رہیں وہ حقیقت میں وہی مطلب ہے جسے انہوں نے کہا ہے، اب آپ بتائیں ہم میں سے کون جاہل ہے؟

کیوں روحوں کی بازگشت کا مسئلہ دوبارہ زندہ ہوا

سوال: اب سوال یہ ہے کہ کیوں بعض غربی انجمنیں روحوں کی بازگشت کے غلط

فرضیہ اور عقیدہ کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتی ہیں اور ایک دو صدی سے اسے دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں؟ کیا انہیں بھی اس عقیدہ سے دلچسپی ہے؟!

کیا جب غربی دانشمندوں کے درمیان ہمیں ایسے لوگ دکھائی دیتے ہیں کہ جنہوں نے چاند کو فتح کیا اور ایسی ٹکنالوجی پیش کی کہ جسے دیکھ کر آنکھیں حیران رہ جاتی ہیں، انہی لوگوں کے درمیان ہمیں ایسے لوگ بھی دکھائی دیتے ہیں کہ جو کارما اور روحوں کی بازگشت کے معتقد ہیں۔

کیا ہمیں اس مقام پر حق حاصل نہیں ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ اس داستان میں کوئی نہ کوئی راز ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے اور صرف انہیں لوگوں کے لئے کشف ہوا ہے؟

آپ کا نظریہ اس سلسلہ میں کیا ہے؟

جواب: ایسے سوالوں کے جواب میں صراحت کے ساتھ کہنا چاہئے:

اولاً: آپ کو تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ اگر غرب میں بدعتیں شرق کی نسبت زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہیں، طالع بینی اور فالگیری کا کاروبار اپنے نئے ڈھنگ کے ساتھ صنعتی ممالک جیسے پیرس وغیرہ میں بڑے زور وشور پر ہے، اسلئے کہ ٹکنالوجی کا ہونا بدعتوں کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ سب چیزیں بدعتوں کی راہ میں رکاوٹ ہیں بلکہ فلسفہ اور صنعت کا حساب ایک دوسرے سے بالکل جدا ہے۔

دوماً: تناسخ کا ایک گوشہ استعماری ہے چونکہ استعمار غرب کے لوگوں میں پوری طرح رچ بس چکا ہے یہاں تک کہ اس کے گزند سے ادبیات، فلسفہ اور علمی مباحث محفوظ نہ رہ سکے جس کی بنا پر یہ خیال ذہن میں آتا ہے کہ کہیں تناسخ کے فرضیہ کو زندہ کرنا اور اسے رائج

کرنا ستعمار کی چال تو نہیں؟

درج ذیل توجیہ کو ملاحظہ فرمائیں:

''کارما اور روحوں کی بازگشت کا عقیدہ استعماری افکار کا نتیجہ اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ محروم ومستضعف اقوام کو ذلت بار زندگی جینے پر راضی کر دیا جائے کہ یہ سب کچھ ان کے گذشتہ گناہوں کا نتیجہ ہے، تناسخ کا عقیدہ لوگوں میں روح تسلیم کو اجاگر کرنے اور مختلف محرومیتوں اور بلاؤں کو سہنے کے لئے مجبور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے تا کہ ان کی روحوں کو پاک کیا جاسکے۔''

یہی وجہ ہے کہ بعض دانشمند اور آگاہ حضرات تناسخ اور کارما کا ہندوستان کے استعمار اور ہند کے لوگوں میں طبقاتی نظام کے قائم کرنے میں اثر گذاری کا انکار نہیں کرتے۔

کتاب مشرق زمین گہوارہ تمدن کی دوسری جلد، صفحہ ۳۵۷ کے حاشیہ پر درج ہے کہ:

تناسک کا عقیدہ ہندوستان میں موجود مذاہب کے درمیان اختلاف طبقاتی کو ختم کرنے کی راہ کا ایک عظیم رکاوت ہے اسلئے کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے کہ طبقاتی اختلاف گذشتہ زندگی میں انجام دیئے گئے اعمال اور خدا کی تدبیر کا نتیجہ ہے جسے ختم کرنا دین اور اسکے مقدسات کی بے حرمتی کے برابر ہے۔[۱]

۱۔ بت پرستوں کے علاوہ اگر دنیا کی تمام قومیں اس عقیدہ کو مان لیں تو پھر استعمار گروں کے لئے راستہ صاف ہوجائے گا اور اس کے مکر وفریب اور دلپذیر عسل کے شربت کو آخری قطروں تک پینا آسان ہوجائے گا کہ انھوں نے ان کے گناہوں سے خلاصی کا راستہ ڈھونڈ نکالا ہے۔

ہم بھی بت سازی، حق تلفی اور خود باختگی کے مخالف ہیں

جسے تھوڑا سا بھی فلسفہ آتا ہو وہ اتنا ضرور جانتا ہے کہ یونان کی زمین پر فلسفہ کے سورج کے ڈوبتے ہی زمین مشرق مخصوصاً اسلامی ممالک پر دوبارہ طلوع ہوا۔

آلفرڈ گیوم (انگلستان میں واقع کلہم یونیورسٹی) کا رئیس علوم شرقی کی بہ نسبت متصعب ہونے کے باوجود فلسفہ شرق کے عنوان سے لکھے گئے مقالہ کے آخر میں جسے انگلینڈ کے بارہ اساتید اور مستشرقوں کے مقالہ جات کے ہمراہ کتاب (میراث اسلام) میں شائع کیا گیا ہے۔

اس طرح اعتراف کرتا ہے:

''جب ہم چراغ معرفت کے ساتھ یورپ کے کتابخانوں میں موجودہ کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عربوں (مسلمانوں) کا نفوذ آج بھی ہمارے درمیان پایا جاتا ہے، یہ تاثیر قرون وسطیٰ (قرن پنجم سے پندرہویں صدی تک) کے تمدن وتہذیب میں نفوذ سے کہیں زیادہ ہے جسے میں نے تشخیص دی ہے''

یہ اعتراف اس گفتار سے (مشرق کے پرانے فلسفہ کی تلاش میں جانے سے بہتر ہے کہ فلسفہ غرب کی تلاش میں جایا جائے، اس لئے کہ غرب کا فلسفہ متحرک اور سیال ہے اور شرق کا فلسفہ جامد، راکد اور تکرار مکررات ہے) کس قدر متفاوت ہے۔ (شمارہ ۱۵۰۰)

مقالہ نگار کی یہ بات کہ جس سے غرب زدگی پوری طرح آشکار ہے، مسلماً ان لوگوں کی گواہیوں کے مقابلہ میں کہ جن کی وکالت میں اس مقالہ نگار نے بحث کی ہے، کسی اہمیت سے برخوار دار نہیں ہے۔

حقیقت میں اس مسئلہ کے متعلق بحث کرنا بیکار ہے کہ شرق فلسفہ کا گہوارہ ہے یا نہیں، فلسفہ شرق سے اٹھا ہے اور ابھی بھی شرق میں فلسفہ کے اصولی افکار موجود ہیں۔

جب غربی فلاسفہ جیسے، ڈکارٹ فرانسوی، برٹرانڈ راسل، (انگلینڈ کا مشہور فلسفی) مٹرلینگ بلژیکی کے افکار کو شرقی فلاسفہ کے افکار کے ساتھ مقائسہ کیا جاتا ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ غربی فلاسفہ کے افکار شرقی فلاسفہ کے مقابلہ میں کس حد تک بچگانہ ہیں اور پھر ہمیں شرقی فلاسفہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مثلاً برٹرانڈ راسل خدا پر ایمان کے نہ ہونے کے دلائل میں بیان کرتا ہے:

خدا شناسی کی بنیادی دلیل علۃ العلل ہے اور میں جوانی میں اسی دلیل کی وجہ سے ایک با ایمان شخص تھا لیکن بعد میں اس عقیدہ سے منھ پھیر لیا، اسلئے کہ یہ فکر میرے ذہن میں آئی کہ اگر ہر چیز کے لئے علت کا ہونا ضروری ہے تو پھر خدا کیلئے بھی علت کا ہونا ضروری ہے''۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہی مطلب غربی فلسفی مٹرلینگ کے آثار میں خاک شناسی کے موضوع کے تحت موجود ہے، یہ ایک ایسا آسان اشکال ہے کہ جس کا جواب ایک شرقی طالب علم فلسفہ کی رو سے نہایت آسانی سے دے سکتا ہے جب کہ اسی معمولی اشکال نے راسل کو ملحد بنا دیا۔

مشرق میں درس فلسفہ کا ایک شاگرد بخوبی جانتا ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں'' ہر موجود کیلئے ایک خالق کا ہونا ضروری ہے'' تو یہاں پر موجود سے مراد وہ موجود ہے جس کی ہستی خود اسی کی طرف سے ہو اور اس کی ذات کی طرف سے نہ ہو لیکن وہ موجود کہ جس کا وجود خود اسی کی طرف سے ہو اور عین وجود ہو، اسے فلسفہ شرق کی اصطلاح میں واجب

الوجود کہا جاتا ہے جسے کسی خالق کی ضرورت نہیں ہوتی ، خدا واحد، موجود ازلی اور ہمیشگی ہے جس کا آغاز وانجام نہیں ہے اور اپنے لئے کسی علت کا محتاج بھی نہیں ہے۔

اگر چہ راسل اور مٹر لینگ خدا کو قبول نہیں کرتے لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ مادہ اول کے وجود کو قبول کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ یہ مادہ اول کہاں سے آیا ؟ اگر قانون علیت عمومی ہے تو پھر کیوں مادہ اول اس قانون سے مستثنیٰ ہے؟

شاید وہ لوگ جواب دیں کہ (مادہ اول) ازلی ہے اور کسی خالق یا علت کا محتاج نہیں ہے، اگر ایسا ہی ہے تو پھر خدا پرست اپنے خدا کے سلسلہ میں بھی یہی بات کہتے ہیں (غور کریں) یہ اتنا روشن اور واضح مسئلہ آقائے راسل اور مٹر لینگ سے پوشیدہ رہ گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کس قدر فلسفہ سے پیچھے ہیں (مخصوصاً فلسفہ الٰہی کے مباحث میں)۔

خدا کے اثبات کے متعلق فرانس کے مشہور فلسفی ڈکارٹ کے تین مشہور دلیلوں کو پڑھا ہوگا جسے وہ اپنے عملی شاہکار میں شمار کرتے ہیں جسے تفصیلاً بیان نہیں کیا جاسکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ دلائل ہماری نظروں میں ہیچ ہیں اس لئے کہ وہ دلیلیں اشکال سے خالی نہیں ہیں۔

ڈکارٹ کا مشہور جملہ ''میں خیال کرتا ہوں کہ پست ہوں'' اس کے بنیادی فلسفہ کی روح ہے، ہماری نظروں میں یہ جملہ بے بنیاد ہے اس لئے کہ یہ جو کہتا ہے کہ ''میں خیال کرتا ہوں'' اسی پہلے جملہ میں اپنے وجود کا اعتراف کرتا ہے لہذا فکر کے ذریعہ اپنے وجود کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، غربی فلاسفہ کے آثار میں ایسے مطالب کثرت سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس کے باوجود یہ بے انصافی نہیں ہے کہ یہ کہا جائے ''فلسفہ غرب کی تلاش میں جاؤ اس لئے کہ وہ زندہ وسیال ہے نہ فلسفہ شرق کہ جو جامد ہے''۔

ہمارے عقیدہ کے مطابق ایسے شخص کی فکر جامد، راکد اور خاموش ہے۔

اس مقام پر دو نکتوں کی طرف اشارہ لازم ہے کہ جن کا جاننا ضروری ہے تا کہ اس موضوع کے متعلق کوئی خدشہ باقی نہ رہے:

ا۔ فلسفہ شرق مختلف مباحث کا مجموعہ ہے کہ جسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

حصہ اول: مباحث امور عامہ اور الہیات

حصہ دوم: طبیعیات اور فلکیات

حصہ اول: جو فلسفہ کی اساس اور اصول پر مشتمل ہے، ہستی کے کلی قوانین کے سلسلہ میں بحث کرتا ہے، وہ اصل کلی پورے عالم وجود پر حاکم ہے کہ جو اسکے سلسلہ میں پوری تحقیق کرتا ہے۔

حصہ دوم: علوم طبیعی اور فلکیات کے سلسلہ میں بحث کرتا ہے۔

حصہ دوم میں اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی بحثوں میں کافی تبدیلیاں آئی ہیں اور بطلیموس کے افلاک نُہ گانہ کے بدلے ہیئت جدیدہ کہ جس کے پایہ گذار گالیلہ اور کپلر ہیں، مورد بحث قرار پاتے ہیں اور عناصر اربعہ؛ پانی، خاک، آگ اور ہوا کا انحصار ٹوٹ گیا اور ایک سو سے زیادہ عناصر سامنے آ گئے، تجزیہ ناپذیر ایٹم تجزیہ پذیر ہو گئے، زلزلہ، رعد و برق اور صاعقہ کے لئے جو علل واسباب بیان کئے گئے ہیں وہ آج کی جدید تحقیقات، مشاہدات اور مختلف آزمائشات کی وجہ سے محو ہو گئے ہیں اور ان کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔

لیکن ہر ایک کو معلوم ہے کہ یہ سب کچھ فلسفہ مشرق کے حصہ دوم سے مربوط ہے، دراصل یہ حصہ فلسفہ کے مباحث میں سے شمار نہیں کیا جاتا اور آج اسے ''فلسفہ'' کے مقابلہ میں ''علوم'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، علوم میں موضوعات اور مخصوص اشیاء کے سلسلہ میں بحث ہوتی ہے، جب کہ فلسفہ میں قوانین اور اصول کلی کے بارے میں بحث کی جاتی ہے، فلسفہ شرق کا حصہ جو اساس فلسفہ ہے، ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

لہٰذا اگر کوئی افلاک بطلیموسی اور یا اسی جیسے دوسرے مسائل کو بہانہ قرار دے کر فلسفہ شرق کی مذمت کرے تو وہ حقیقت میں فلسفہ اور علم کے درمیان موجودہ فرق سے بے خبر ہے اور فلسفہ شرق کے امتیاز کو نہیں جانتا۔

کوئی بھی انتقاد سے منع نہیں کرتا لیکن...

دوسرا مطلب کہ جس کی طرف اشارہ لازم ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بھی دانشمند یا محقق کبھی بھی یہ نہیں کہتا کہ فلاں فیلسوف خواہ کتنا ہی نابغہ کیوں نہ ہو، اس کے افکار اور اقوال کے مقابلہ میں پوری طرح تسلیم ہوا جائے، اصولاً علمی مباحث میں کسی شرط کے بغیر تسلیم ہونا بے معنی ہے۔

اصولاً علم و فلسفہ کو ایک ساتھ ترقی کرنا ہوگا اور اس کا راستہ تحقیق و بررسی اور انتقاد کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے، ہم نہ ابن سینا کو معصوم اور نہ ہی ان کے اقوال کو حقیقت کے مطابق سمجھتے ہیں، ہم ان کے دلائل کا مطالعہ کرتے ہیں اور کبھی ان کے افکار سے استفادہ کرتے ہیں، پس اگر ہماری فکر سے مطابقت کی تو قبول کرتے ہیں وگرنہ اسے بھی رد کر دیتے ہیں۔

یہ بات کہنا کس قدر عوامانہ ہے کہ چونکہ ابن سینا کی مستدل گفتار کو روحوں کی بازگشت

کے ابطال میں مانا ہے لہذا ان کے تمام اقوال کو مان لیا جائے اور اس سے کہیں عوامانہ یہ بات ہے کہ ایک شخص کسی کے تمام افکار مثلاً ابن سینا کے تمام افکار کو صرف اس وجہ سے مردود شمار کرے کہ فلاں مسئلہ میں انکا نظریہ رد کر دیا گیا ہے، انتقاد کا جائز ہونا اجتماع، علم اور افکار کو زندہ رکھنے لئے نہایت ضروری ہے لیکن کیسے انتقادات جائز ہیں؟

ہاں! ان لوگوں کا انتقاد صحیح ہے جن میں علمی صلاحیتیں پائی جاتی ہوں، یعنی اس علم میں ماہر ہوں نہ ان لوگوں کی تنقیدیں کہ جو اس کے الفباء سے بھی واقف نہ ہوں اور ہاں! انتقاد کو ہرگز توہین تحقیر اور حق کشی وغیرہ کے معانی میں تفسیر نہیں کرنا چاہئے، ایسا گمان کرنا نہایت نادر ہے۔

عجیب تو یہ ہے کہ وہ مملکت جس میں ابن سینا کے لئے جشن ہزارہ برگزار کیا جاتا ہو اور اس میں بڑی بڑی شخصیتیں شرکت کرتی ہوں اور ان کی طرف سے ابن سینا کے علمی احاطہ کے متعلق جمعی تقاریر کی جاتی ہوں، سینکڑوں انجمنیں ان کے نام پر قائم ہوتی ہوں اور شرق سے زیادہ غرب میں احترام سے برخوردار ہو، اسی مملکت میں کوئی شخص ابن سینا کے خلاف ناروا نسبتیں دے اور عقل و منطق بے بہرا اپنے ناقص گمان میں اسے اپنی شہرت کا وسیلہ بنائے اور ایسی باتیں کہے کہ جسے جو بھی سنے، اس پر ہنس پڑے۔

جیسے کہ ''ابن سینا واقعی فیلسوف نہیں تھے کسی خاص مکتب کے مالک نہ تھے ...اور آج جو کچھ بھی فلسفہ ابن سینا کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ فضول باتوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے''۔[۱]

۱۔ اطلاعات ہفتگی ش ۱۴۹۸ مقاہ اسرار زندگی و مرگ

اچھا اب آپ ہی بتائیں اگر ابن سینا فیلسوف نہیں ہیں کہ جنہیں عربی فیلسوف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تو پھر فیلسوف کون ہے؟

آپ اپنے قول کے مطابق چالیس سال پہلے ابن سینا کے افکار سے دوری اختیار کی لیکن یہ بھی کہاں سے ثابت ہے کہ آپ نے ابن سینا کے افکار کا ضرور مطالعہ کیا تھا کہ جس کی بنا پر آپ میں اتنی جرات پیدا ہوگئی کہ ابن سینا کے فلسفہ پر قلم سرخ چلائیں؟

میز، تناسخ اور روحوں کی بازگشت کی راہ میں

سوال: روح سے مرتبط لوگ کہتے ہیں کہ جو ارتباط ہم نے روحوں سے برقرار کیا ہے اس سے ہمارے لئے ثابت ہو گیا ہے کہ روح کو ایک نئی زندگی ملتی ہے اور یہ مسئلہ ہمارے لئے ایک حسی امر ہو چکا ہے، آپ اس دلیل کے جواب میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: معروف ضرب المثل ہے کہ لومڑی سے پوچھا گیا کہ تمہارا شاہد کون ہے تو اس نے جواب دیا کہ میری دم!

یہ بھی کوئی دلیل ہوئی کہ جس کا جواب مجھ سے مانگا جا رہا ہے، کہاں سے معلوم کہ فلاں مطلب واقعی اور حقیقی ہے، اگر میں کہوں کہ روحوں نے میرے کان میں ایسا ویسا کہا ہے، کیا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں ایسے مدعی کے دعویٰ کو دلیل بنایا جا سکتا ہے؟

قابل توجہ نکتہ تو یہ ہے کہ انہیں کے دعویٰ کو ان کے عقیدہ کے ابطال کی دلیل بنا جا سکتا ہے اس لئے کہ وہ ایسے مطالب روحوں سے نسبت دیتے ہیں کہ جنہیں سن کر ہنسی آتی ہے۔

اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو پھر اس داستان کو پڑھیں جسے انہوں نے اپنے مقالہ میں نقل کیا ہے:

آقائے مکارم شیرازی!

ہم نے روحوں کی بازگشت کے مسئلہ کو باتوں کے ذریعہ قبول نہیں کیا ہے بلکہ عملاً مشاہدہ کر کے قبول کیا ہے، آپ کو میرے اور دوسروں کے شہود کی اطلاع نہیں ہے، ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ ایک روح خبر دیتی ہے کہ عنقریب پلٹنے والی ہے اور پھر چند روز بعد وہ اطلاع دیتی ہے کہ میں فلاں عورت کے شکم میں ہوں۔

ایک مدت گزرنے کے بعد ایک رات خبر دیتی ہے کہ یہ میرا آخری رابطہ ہے، اب اس کے بعد میں نہیں آؤں گی اس لئے کہ چند دنوں کے اندر فلاں عورت کے شکم میں موجود جنین میں حلول کروں گی کہ جس کی خبر پہلے دے چکی ہوں، اس جنین کی جنسیت لڑکا ہے یا لڑکی اس کی بھی خبر دیتی ہے۔اس کے بعد وہی کچھ ہوا جن کی اس نے خبر دی تھی۔

عجیب تو یہ ہے کہ انہیں عورتوں میں سے ایک عورت جو آپریشن یا دوسرے اسباب کی وجہ سے (جو میرے ذہن میں نہیں ہے) حاملہ ہونے سے مایوس ہو چکی تھی، جب اس سے ہم لوگوں نے کہا کہ ابراہیم (جو اس کے رشتہ داروں میں سے تھا) کی روح نے خبر دی ہے کہ عنقریب وہ تمہارے شکم میں لوٹے گی تو اس عورت نے یہ سن کر ہمارا مذاق اڑایا، اس قضیہ کو ابھی ایک ماہ گزرا تھا کہ اس میں حمل کے آثار نمایاں ہو گئے۔[۱]

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حمل کے ابتدائی مہینوں میں وہ عورت، اس کا شوہر اس کے رشتہ دار اور ابراہیم کا باپ جو اپنی گزشتہ زندگی میں اسپریتسم کا

۱۔ یہ کتنا صاف جھوٹ ہے۔

معتقد تھا اور فرانس میں اس علم سے آشنا ہوا تھا۔
سب کو یقین تھا کہ نوزاد لڑکا ہوگا کہ جو وہی ابراہیم ہے، وہ عورت جب کسی موضوع کی تائید کرنا چاہتی اور قسم کھانا چاہتی ہے تو اپنے شکم کی طرف اشارہ کرتی ہوئی کہتی کہ ابراہیم کی قسم انہیں اس حد تک یقین تھا کہ وہ نوزاد لڑکا ہے اور وہی ابراہیم ہے،[۱] اس لئے کہ انہیں بخوبی معلوم تھا کہ یہ وہی ابراہیم ہے جو چند ماہ پہلے انتقال کر گیا تھا۔
اس کا نام اس نئی زندگی میں بلکہ اس کے دوبارہ تولد سے پہلے ابراہیم رکھا اور شاید اس وقت اس نوزاد کی عمر ۲۱ یا ۲۲ سال یا ایک دو سال کم یا زیادہ ہو گی، چھ سات سال پہلے وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ایران چھوڑ کر چلا گیا، میں جب بھی اسے دیکھتا تو مذاق میں اسے ابراہیم ثانی کہتا ہوں''[۲]

یہ داستان جو سر تا پا اوہام و تخیلات کا نتیجہ ہے، روحوں کی بازگشت کے طرف داروں کے ہزاروں استدلال کا ایک نمونہ ہے جسے ہم نے پیش کیا ہے لیکن اس داستان کے آخر میں حقیقت فاش ہوگئی ہے کہ جسے ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں (چھ یا سات سال پہلے وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ایران سے چلا گیا) اور حتماً فرانس میں بھی کہاں ہے، یہ بھی نہیں معلوم، انہوں نے ایسا اس لئے کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کوئی تحقیق کی خاطر پہنچ جائے۔
اور ایڈریس مانگ لے لہٰذا شروع ہی میں لکھ دیا کہ وہ ایران سے چلا گیا ہے تا کہ اسے کوئی ڈھونڈ نہ سکے اور حقیقت کا پتہ نہ لگا سکے۔

۱۔ آپ کو ابراہیم کی جان کی قسم سچ بتائیں! کیا یہ داستان من گھڑت نہیں ہے؟
۲۔ شمارہ ۱۵۰۰۰ اطلاعات ہفتگی

رمالی اور جنوں کو حاضر کرنے سے مشابہ

اس مقام پر روحوں سے رابطہ کے مسئلہ کے چھڑ جانے کی وجہ سے اس نکتہ کا اضافہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس وقت روحوں کو حاضر کرنے یا ان سے رابطہ کا مسئلہ بڑا خطر ناک ہو چکا ہے، رمالی اور جنوں کو حاضر کرنے کی طرح اسے بھی بے نوا اور بے سہارا لوگوں کو سرگرداں کرنے کا وسیلہ بنا دیا گیا ہے۔

یہ بات اگر چہ مسلم ہے کہ روحوں سے رابطہ علمی و فلسفی قوانین کے تحت ممکن ہے لیکن آپ یقین کر لیں کہ ہزاروں دعویٰ کرنے والوں میں شاید ایک بھی اپنے دعویٰ میں سچا نہ ہو۔

لوگوں کی روحی مشکلات کی بڑھتی ہوئی شرح اور لوگوں کے بڑے بڑے دعوے سبب بنے کہ بعض نادان حضرات اپنی روحی مشکلات کو حل کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا سہارا لیں اور وہ لوگ بھی ایسی وضعیت سے خوب فائدہ اٹھائیں۔

ادھر چند روز پہلے ایک جوان نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ایک روحی مشکل کی وجہ سے ایسے لوگوں کا سہارا لیا اور مہینوں سرگردان رہا، اگر آپ بھی اس کی داستان کو سنتے تو متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

جب بھی کسی ملک میں ایسے لوگ اپنی بساط بچھاتے ہیں تو اس ملک کے دانشمند اکٹھا ہو کر جلسہ منعقد کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو بلاتے ہیں اور آنکھوں کے سامنے ان کے اعمال کی تحقیق کرتے ہیں اور پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

نمونہ کے طور پر اس گزارش کو ملاحظہ کریں:

۱۸۷۵ء میں پٹرزبورگ یونیورسٹی سے وابستہ ''انجمن فیزیک'' نے منڈلیف کی

رائے کی بنا پر ایک کمیٹی کو تشکیل دی تا کہ روحوں کو حاضر کرنے کے مسئلہ کو حل کرے اور اپنی تحقیقات کے نتائج کو بیان کرے ،منڈلیف کے علاوہ گیارہ دانشمند اس کمیٹی میں شامل تھے سرانجام متعدد جلسات برگزار کرنے اور اپنے علمی مذاکرات کے بعد اپنی تحقیقات کے نتیجہ کو اس طرح پیش کیا:

ہم متعدد تحقیقات ،مطالعات اور مشاہدات کے بعد اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ روحوں سے متعلق تمام امور نا معلوم حرکات یا کسی ضمیر کے اشتباہ کی وجہ سے ظہور میں آتے ہیں، روحوں کو حاضر کیا جانا وہم و خیال کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔
اس طرح فکر میں تحرک ایجاد کرنے والے اعمال نہ تنہا اندیشہ کے انتقال کا باعث ہیں بلکہ بعض روحی اتفاقات کے ایجاد کا سبب بھی ہیں۔
ضمناً اس قرن کے آغاز میں ایک امریکی ''روبرٹ ووڈ'' نے اشعہ (X) کے ذریعہ روحوں کو حاضر کئے جانے کے جلسات میں کی جانے والی فریب کاریوں کا پردہ فاش کیا ہے۔

البتہ یہ تحقیق جھوٹے مدعیوں کے سلسلہ میں ہوئی تھی جو بہت زیادہ تھے،اے کاش ہمارے سماج میں بھی ایسا ہو جاتا۔

ہم نے بارہا اعلان کیا ہے کہ ایسا دعویٰ کرنے والے اہل فضل حضرات کے ساتھ اپنے دعوے کو ثابت کرن کے لئے اکٹھا ہوں لیکن اب تک ان لوگوں نے ہماری مکرر دعوت کے جواب میں حاضر نہ ہو کر اپنی ناتوانی کا ثبوت دیا۔

والحمد للہ رب العالمین

مؤسسہ تعلیمات محمد و آل محمد کے تحت زیر چاپ کتابیں

۔ شرح عاشقی	ترجمہ	منہال حسین خیر آبادی
۔ تمثال جمال	// //	// // //
۔ خواب ورویا	// //	// // //
۔ شراب طہور......................	// //	// // //
۔ دفتر توحید کا ایک ورق............	// //	// // //
۔ مجموعہ تقاریر مقام معظم رہبری	// //	// // //
۔ تنہا شہید	// //	منہال حسین خیر آبادی و سید ظہیر الحسنین شیرازی
۔ شیعوں کا جواب	// //	منہال حسین خیر آبادی و سید ظہیر الحسنین شیرازی
۔ مردان جاوید کی داستانیں	تالیف // // //	// // // // // // // //